شبلی صدی مطبوعات : ۱۲

# اردو ترجمہ مکاتیب شبلی

## مع حواشی وتعلیقات

ڈاکٹر خالد ندیم

دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

Scanned by CamScanner

شبلی صدی مطبوعات : ۱۲

# اردو ترجمہ مکاتیب شبلی

## مع حواشی و تعلیقات

ڈاکٹر خالد ندیم

دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

Scanned by CamScanner

© جملہ حقوق بحق دارالمصنّفین

سلسلہ دارالمصنّفین نمبر: ۲۲۷

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | اردو ترجمہ مکاتیب شبلی مع حواشی وتعلیقات |
| مصنف | : | ڈاکٹر خالد ندیم |
| صفحات | : | ۶۴ |
| ایڈیشن | : | طبع اول (دسمبر) ۲۰۱۵ء |
| مطبع | : | پرم آفسٹرس، اوکھلا فیز۔۱، نئی دہلی |
| ناشر | : | دارالمصنّفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ |
| قیمت | : | ۱۱۰/ روپے |
| باہتمام | : | عبدالمنان ہلالی |

ISBN: 978-93-82201-89-2

Darul Musannefin Shibli Academy
P.O. Box No: 19
Shibli Road, Azamgarh - 276 001 (U.P.)
e-mail: shibli_academy@rediffmail.com
Website : www.shibliacademy.org

Scanned by CamScanner

# فہرست


| | | |
|---|---|---|
| مقدمہ | پروفیسر اشتیاق احمد ظلّی | ۵ |
| پیش گفتار | خالد ندیم | ۸ |
| اردو ترجمہ فارسی و عربی مکاتیبِ شبلی | | ۱۱ |
| اردو ترجمہ فارسی مکاتیبِ شبلی | | ۱۳ |
| ۱۔ بنام شیخ حبیب اللہ (۲) | | ۱۳ |
| ۲۔ بنام شیخ عجیب اللہ (۱) | | ۱۶ |
| ۳۔ بنام مہدی حسن (۳) | | ۱۸ |
| ۴۔ بنام مولوی حکیم محمد عمر (۳) | | ۲۲ |
| ۵۔ بنام مولوی حمید الدین (۲) | | ۲۶ |
| ۶۔ بنام مولوی محمد عمر (۸) | | ۲۹ |
| ۷۔ بنام مولوی محمد سمیع (۱۱) | | ۳۶ |
| ۸۔ بنام جناب اکبر (۱) | | ۴۶ |
| ۹۔ بنام فرحت احمد (۱) | | ۴۸ |
| ۱۰۔ بنام آغا خاں (۱) | | ۴۹ |
| اردو ترجمہ عربی مکاتیبِ شبلی | | ۵۰ |
| ۱۔ بنام نامعلوم (۱) | | ۵۰ |
| ۲۔ بنام نواب سید علی حسن (۱) | | ۵۲ |
| ۳۔ بنام مولانا سید عبدالحی (۱) | | ۵۳ |
| اشاریہ | کلیم صفات اصلاحی | ۵۵ |


Scanned by CamScanner

# مقدمہ

اردو مکتوب نگاری کی تاریخ میں علامہ شبلی کا جو مقام و مرتبہ ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ان کو بجا طور پر غالب کے بعد اردو کا سب سے بڑا مکتوب نگار تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن ابتدائی زندگی میں اردو نہ تو ان کی تصنیف و تالیف کی زبان تھی اور نہ مکتوب نگاری کی۔ ان کی ابتدائی کتابوں کی زبان عربی تھی اور مکتوب نگاری کی زبان فارسی۔ ان دنوں وہ اردو میں لکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

گرچہ مرا شیوۂ ایں فن نبود
حرف بہ اردو زدن آئیں نبود

اسی سلسلہ میں مزید فرماتے ہیں:

ساغر من بادۂ شیراز داشت(۱)

علی گڑھ آنے کے بعد انہوں نے اردو میں خط لکھنے شروع کیے لیکن وہاں کے ابتدائی دنوں میں فارسی مکتوب نگاری کا سلسلہ بھی قائم رہا۔ وہ اپنے اردو خطوط کو محفوظ رکھنے کے حق میں نہ تھے۔ ۱۹۰۳ء میں اپنے ماموں زاد بھائی شیخ رشید الدین انصاری کو جو ان کے خطوط کو جمع کرنا چاہتے تھے، لکھتے ہیں: ''میرے خط بالکل بے مزہ ہوتے ہیں۔ ان کو کیا جمع کرتے ہو۔ مجھ کو خود مزہ نہیں آتا تو اوروں کو کیا آئے گا۔'' (۲) اس کے برعکس فارسی مکاتیب کو محفوظ رکھنے کے خواہاں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ایک عزیز کو لکھتے ہیں: ''ایں نامہ را نزد خود نگاہ باید داشت۔'' (۳) اپنے چچا کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں: ''ایں عریضہ را بعزیزی محمد سمیع یا عبد الحمید خواہند سپرد ضائع نخواہند فرمود۔'' (۴)

---

(۱) کلیات شبلی (فارسی)، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ ۲۰۰۵ء، ص ۴۷۔ (۲) مکاتیب شبلی، مرتبہ مولانا سید سلیمان ندوی، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ حصہ اول ۲۰۱۰ء، ص ۳۰۷۔ (۳) مکاتیب شبلی، مرتبہ مولانا سید سلیمان ندوی، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ ۲۰۱۲ء، حصہ دوم، ص ۲۲۵۔ (۴) مصدر سابق، ص ۲۰۴۔

Scanned by CamScanner

دستیاب فارسی خطوط کو مولانا سید سلیمان ندوی نے مکاتیب شبلی حصہ دوم میں شامل کر دیا تھا۔ان کی کل تعداد ۳۳ ہے۔ان کے علاوہ ۳ عربی خطوط بھی ہیں۔ پہلا خط والد ماجد شیخ حبیب اللہ کے نام لاہور سے لکھا گیا ہے جہاں وہ مولانا فیض الحسن سہارن پوری سے عربی زبان وادب کی تعلیم کے لیے مقیم تھے۔اس پر ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ء) کی تاریخ درج ہے۔اب تک معلوم خطوط میں یہ علامہ شبلی کا سب سے قدیم خط ہے۔آخری خط آغا خاں کے نام ہے لیکن اس پر تاریخ درج نہیں ہے۔ یہ ندوہ میں آغا خاں کی آمد سے متعلق ہے اور اس میں اگلے ایک یا دو دن میں ندوہ کے طلبہ کی علمی لیاقت کے ملاحظہ کے لیے ان سے ندوہ میں تشریف آوری کی درخواست کی گئی ہے۔آغا خاں ۳۱ر جنوری ۱۹۱۰ء کو لکھنؤ پہنچے تھے اور ۳ر فروری کو ندوہ آئے تھے۔(۱) چنانچہ یہ نتیجہ نکالنا بیجا نہ ہوگا کہ یہ خط یکم یا ۲ فروری ۱۹۱۰ء کو لکھا گیا ہوگا۔

یہ خطوط زیادہ تر علامہ کی زندگی کے ابتدائی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں اور زندگی کے اس مرحلہ میں ان کے حالات ومسائل کو سمجھنے میں ان سے بہت مدد ملتی ہے۔حصول علم کی راہ میں خاص طور سے قیام لاہور کے دوران انہوں نے جس عزم وحوصلہ کا مظاہرہ کیا اور جس پامردی اور ثابت قدمی سے نہایت سخت اور صبر آزما حالات کا سامنا کیا، اس سے حصول علم کے لیے ان کے غیر معمولی ذوق وشوق کا پتہ چلتا ہے۔سفر لاہور اور قیام لاہور کی روداد معلوم کرنے کا ذریعہ والد کے نام ان کا یہی خط ہے۔

علامہ شبلی کی ابتدائی زندگی بڑی آزمائش اور شدید ذہنی اور قلبی کشمکش میں گزری۔ حصول تعلیم کے بعد آئندہ زندگی کا کوئی واضح لائحہ عمل سامنے نہیں تھا۔مستقبل کے امکانات ابھی حد ادراک سے پرے تھے۔والد کی خواہش تھی کہ وہ وکالت کا آبائی پیشہ اختیار کریں لیکن یہ کام ان کے مزاج اور افتاد طبع کے مطابق نہیں تھا۔کچھ دن قرق امینی اور نیل کے کاروبار سے وابستہ رہے۔لیکن مبدا فیض سے دل ودماغ کی جو غیر معمولی صلاحتیں ان کو ودیعت ہوئی تھیں ان کی تشفی اس طرح کے کاموں سے نہیں ہوسکتی تھی۔اس ذہنی کشمکش اور قلبی اذیت سے واقفیت کا ذریعہ یہ خطوط ہیں جن میں انہوں نے اپنے عزیزوں، شاگردوں اور دوستوں کے سامنے اپنا دل نکال کے

---

(۱) مولانا سید سلیمان ندوی، حیات شبلی، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ ۱۹۹۹ء، ص ۴۹۳-۴۹۵۔

Scanned by CamScanner

رکھ دیا ہے۔لیکن ان حوصلہ شکن حالات میں بھی جب بظاہر دور دور تک امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی تھی، ان کو اپنی خداداد صلاحیتوں کا پورا اندازہ بھی تھا اور ان کے اوپر بھرپور اعتماد بھی۔ اگست ۱۸۸۲ء میں جب وہ نہایت سخت اور حوصلہ شکن حالات سے گزر رہے تھے، اپنے ایک عزیز شاگرد کو لکھتے ہیں ''بایں خواریہا ہماں شبلی ام کہ بودہ ام واگر گاہے بختم یاوری کرد ہماں خواہم بود۔''(۱) گویا زبان حال سے کہہ رہے تھے ؎

فیض روح القدس گر باز مدد فرماید
من ہم بکنم انچہ مسیحا می کرد

علی گڑھ کے ابتدائی دنوں میں بھی کسی حد تک یہ کیفیت باقی تھی اور وہ اپنی موجودہ صورت حال سے پوری طرح مطمئن نظر نہیں آتے۔ یہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے لیے یہ خطوط نہایت اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مکاتیب شبلی حصہ دوم جس کے آخر میں فارسی اور عربی خطوط شامل ہیں، پہلی بار ۱۹۱۷ء میں دارالمصنّفین سے شائع ہوئی اور یہ اکیڈمی کی بالکل ابتدائی مطبوعات میں شامل ہے۔اس پر اب تقریباً ایک صدی کا عرصہ گزر چکا ہے اور اپنی تمام تر اہمیت کے باوجود ابھی تک ان فارسی خطوط کا اردو ترجمہ نہیں ہوسکا اور اردو داں شائقین کے لیے ان کے مشتملات سے واقفیت کی کوئی سبیل نہیں تھی۔ہم ڈاکٹر خالد ندیم صاحب (سرگودھا یونیورسٹی، پاکستان) کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اس اہم ضرورت کی تکمیل کا سامان کیا۔شبلی صدی سال کے دوران شبلیات کے موضوع پر یہ ان کا دوسرا گراں قدر عطیہ ہے۔اس سے پہلے ان کی مرتب کردہ ''شبلی کی آپ بیتی'' اہل علم سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہے۔ہم بڑی خوشی سے اس کتاب کو شائقین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

اشتیاق احمد ظلی
ڈائرکٹر
دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی
۲۸ نومبر ۲۰۱۵ء

---

(۱) مصدر سابق، ص ۲۱۷۔

Scanned by CamScanner

# پیش گفتار

شبلی نعمانی کے خطوط اوّل اوّل ان کے شاگردِ رشید سید سلیمان ندوی نے مکاتیب شبلی کے نام سے دو جلدوں (۱۹۱۶ء-۱۹۱۷ء) میں مرتب کیے۔ ان کے بعد مولوی محمد امین زبیری نے خطوطِ شبلی (اوّل س ن، دوم ۱۹۳۰ء) کے نام سے ایک مجموعہ مرتب کیا۔ حال ہی میں ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی نے مکتوباتِ شبلی (۲۰۱۲ء) کے نام سے ایک مجموعہ پیش کیا، نیز بعد میں دستیاب ہونے والے شبلی کے بعض خطوط انھوں نے شبلی کے نام اہلِ علم کے خطوط (۲۰۱۳ء) میں شامل کر دیے ہیں اور آج کل ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر شمس بدایونی کلیاتِ مکاتیب شبلی کی ترتیب میں مصروف ہیں۔ تقریباً ایک صدی کے اس سفر میں مکاتیب شبلی جلد دوم (۱۹۱۷ء) میں شبلی کے تینتیس فارسی مکتوبات اردو ترجمے سے محروم رہے۔ حیرت کی بات ہے کہ غالب و اقبال کے تمام غیر اردو خطوط کا ترجمہ ہو چکا ہے، لیکن شبلی کی طرف کسی کی توجہ نہ ہو سکی۔ حیاتِ شبلی میں سید سلیمان ندوی نے ان فارسی خطوں سے جا بجا استفادہ کیا، لیکن اس دور میں فارسی اندراجات کے ترجمے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

عہد حاضر میں برصغیر میں فارسی زبان و ادب کی کمزور ہوتی ہوئی روایت کے پیش نظر ان خطوں کے اردو ترجمے کی ضرورت بڑھ گئی ہے، چنانچہ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے علامہ شبلی کے جملہ فارسی خطوط اردو میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

فارسی خطوط کے زیر نظر اردو ترجمے کی ابتدائی صورت پروفیسر نوید احمد گل کے تعاون سے تیار ہوئی، جسے نظر ثانی کے لیے بذریعہ برقیہ ڈاکٹر علی بیات کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ بالاستیعاب مطالعے کے بعد انھوں نے نہایت مفید تجاویز پیش کیں، تاہم متعدد خطوط میں کئی ایسے مقامات تھے، جو حل طلب رہ گئے۔ اگرچہ یہ مسائل ڈاکٹر طاہر حمید تنولی کی توجہ سے حل ہو گئے،

Scanned by CamScanner

لیکن ابلاغ کے حوالے سے مزید بہتری کی گنجائش موجود تھی۔ ساتھ ساتھ عربی خطوط کے ترجمے پر کام جاری تھا، اس سلسلے میں محمد افضل قادری اور ڈاکٹر آغا محمود کا تعاون حاصل ہوا۔ ان خطوں کے ترجمے میں بھی مزید بہتری کا امکان موجود تھا۔ ایسے میں دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کے ڈائریکٹر محبی پروفیسر ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلّی کی خدمت میں حاضر ہونے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے متعدد بار مسودے کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور نہایت مفید تجاویز پیش کرتے رہے، جن پر عمل کرنے کے بعد ہی یہ ترجمہ اس قابل ہوا کہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جا سکے۔ میں اپنے ان تمام دوستوں کا بے حد ممنون ہوں، جن کے تعاون اور سرپرستی سے یہ علمی کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

فارسی خطوط میں سے بعض عبارتیں آخری وقت تک گرفت میں نہیں آ سکیں، جن کے کمزور اور مشتبہ ترجمے کے بجائے فارسی متن دے دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ تالیف ہٰذا کی دوسری اشاعت سے قبل اہلِ علم کے مشورے سے ان مقامات کا ترجمہ ہو جائے۔

ترجمے کو حتمی شکل دیتے وقت یہ امر پیشِ نظر رہا کہ شبلی یہ خطوط اگر اردو میں لکھتے تو ان کا اسلوبِ نگارش کیا ہوتا۔ اگرچہ فارسی مکاتیب سے شبلی کے کسی منفرد اسلوب کی واضح نشان دہی نہیں ہوتی، لیکن ان کے ہاں بالعموم عبارت آرائی سے احتراز برتا جاتا ہے، چنانچہ ان تراجم میں شبلی کے اسی اختصار اور جامعیت کو پیش نظر رکھنے کی مقدور بھر کوشش کی گئی ہے۔ واضح رہے کہ بعض خطوں میں انھوں نے اپنے جذبات و احساسات کے اظہار میں زبان و بیان کی بعض خصوصیات کو بھی جگہ دی ہے۔ ایسے مقامات پر ان کے رنگ اسلوب سے صرف نظر نہیں کیا گیا۔

یہ خطوط بالعموم مختصر ہیں۔ ان خطوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شبلی اوائل عمری میں فارسی میں مکتوب نگاری کرتے تھے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی توجہ اردو کی طرف ہو گئی اور پھر تاحیات خط کتابت کے لیے اردو ہی کو ذریعہ بنایا۔ یوں تو کم و بیش ایک ہزار خطوں میں فارسی اور عربی کے چھتیس مراسلات کوئی اہمیت نہیں رکھتے، لیکن اپنے بعض مندرجات کے باعث شبلی شناسی میں ان مکتوبات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ان مکاتیب کا تعلق شبلی کے آخری تعلیمی زمانے، روزگار کے لیے تگ و دو، عارضی اسامی پر قرق امینی، والد کی طرف سے نیل کے کارخانے میں تعیناتی، وکالت کے امتحان اور علی گڑھ

Scanned by CamScanner

مسلم کالج کی ملازمت کے ابتدائی دور سے ہے۔ یہ وہ دَور تھا، جب شبلی شدید مالی، ذہنی اور روحانی مشکلات کا شکار تھے۔ ایک طرف تو انھیں انگریزی زبان کی عدم تحصیل کی بنا پر کم تر خیال کیا جاتا تھا اور دوسری جانب خاندان اور دوستوں سے جدائی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ وہ بستی گئے یا علی گڑھ، انھیں اپنے احباب کی زود فراموشی کا گلہ رہا۔ شیخ عجیب اللہ، مہدی حسن، مولوی حمید الدین، مولوی محمد عمر اور مولوی محمد سمیع کے نام ان کے اکثر خطوں سے ایسی ہی صورتِ حال کا علم ہوتا ہے۔ ان خطوں سے ان کی ابتدائی زندگی کی مشکلات کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔

علامہ شبلی کے فارسی اور عربی خطوں کا یہ اردو ترجمہ بصد عجز پیش کیا جا رہا ہے۔ امید ہے، اس ترجمے سے علامہ کی سوانح اور شخصیت کے متعدد گوشے منور ہوں گے۔

ڈاکٹر خالد ندیم

۱۸ر نومبر ۲۰۱۵ء

Scanned by CamScanner

# اردو ترجمہ فارسی مکاتیب شبلی

Scanned by CamScanner

# بنام شیخ حبیب اللہ (۱)

﴿ ۱ ﴾

مکرمی خدمت جناب والد ماجد!

آج مجھے گھر چھوڑے اور اجنبیوں کے ساتھ رہتے دو مہینے ہو رہے ہیں۔ مجھے (آپ کی طرف سے) پچیس روپے عنایت ہوئے تھے؛ جن میں سے تین روپے اعظم گڑھ سے جونپور تک تانگے کے کرایے پر اٹھ گئے، سات روپے سہارنپور جانے کے لیے ریل کے ٹکٹ پر صرف ہوئے اور پانچ روپے وہاں سے لاہور آنے پر، (۲) یوں دس روپے باقی بچے۔ یہاں پہنچتے ہی ایک دو روپے حوائج ضروریہ پر خرچ ہو گئے۔ چونکہ یہاں رہائش کا کوئی انتظام نہ تھا، مکان ایک روپیہ کرایے پر لیا اور یوں دو ماہ میں دو روپے کرایے پر اُٹھ گئے؛ جو باقی بچ رہے، وہ خوراک پر خرچ ہو گئے۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو میں نے جس قدر کفایت سے کام لیا کہ اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ مزاجِ گرامی کسی قدر برہم تھا، (۳) اس لیے خرچ بھیجنے کی زحمت دینے سے باز رہا۔ (لیکن) اب مشکل میں ہوں اور کیا کہوں، تاخیر ہوئی تو مصائب مزید بڑھ جائیں گے۔

حدِ ادب

شبلی نعمانی

۱۲۸۹ھ (۴)

○○○

(۱) مولانا کا سب سے پرانا خط، جو مجھ کو مل سکا ہے، یہی ہے۔ یہ طالب علمی کا خط ہے، جب وہ ادب پڑھنے کو مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری، عربی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کے پاس گئے ہیں۔ اُس وقت تک اعظم گڑھ سے جونپور تک ریل بھی نہ تھی۔ (سید سلیمان ندوی)

Scanned by CamScanner

شیخ حبیب اللہ (م: ۱۲؍نومبر ۱۹۰۰ء) اعظم گڑھ کے معروف وکیل تھے۔ نیل اور شکر کے کارخانے لگائے اور ان کی آمدنی سے دیوارا کا پورا علامہ خرید کر زمینداری کو مستحکم کیا۔ اعظم گڑھ میں عربی مدرسہ قائم کیا۔ سرسید سے متاثر تھے، چنانچہ انھوں نے کالج کی تعمیرات کے لیے ۱۲۵؍روپے دیے اور شبلی کے بعد اپنے تینوں بچوں کو علی گڑھ سے تعلیم دلوائی۔

(۲) اعظم گڑھ سے جونپور تک فاصلہ ۶۴؍کلومیٹر ہے، جونپور سے سہارنپور تک ۸۴۸؍کلومیٹر اور سہارنپور سے لاہور تک ۴۱۴؍کلومیٹر ہے، گویا اعظم گڑھ سے لاہور تک کُل فاصلہ تقریباً ۱۳۲۶؍کلومیٹر بنتا ہے۔

(۳) مولانا کے والد حصولِ علم اور اس کے لیے اس سفر کو غیر ضروری سمجھتے تھے، مزید برآں اپنے فرزند اکبر کو آنکھوں سے اوجھل نہیں کرنا چاہتے تھے، اس لیے وہ اس فیصلے کے باعث شبلی سے کسی قدر ناراض تھے۔

(۴) ۱۲۸۹ھ کا دَورانیہ ۱۱؍مارچ ۱۸۷۲ء سے ۲۹؍فروری ۱۸۷۳ء کو محیط ہے۔ مکاتیبِ شبلی جلد دوم کی اشاعتوں ۱۹۱۷ء اور ۱۹۷۱ء میں یہی ہجری سال (۱۲۸۹ھ) درج ہے، البتہ سید سلیمان ندوی نے حیاتِ شبلی میں رامپور اور لاہور کے تعلیمی سفر کا دورانیہ ۱۲۹۱ھ و ۱۲۹۲ھ تحریر کیا ہے۔

Scanned by CamScanner

﴿۲﴾

اعلیٰ حضرت!

آداب۔ میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت کا طالب ہوں۔ والا نامہ ملا، جان و دل کو قرار آ گیا۔ کچھ دن پہلے عریضہ مع گلستان مطبوعہ لندن آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا، اگر نہیں ملا تو میرے بخت کی نارسائی، اس میں میری کوئی خطا نہیں۔

چند روز بعد یہاں مدرسے (۱) میں تعطیلات ہونے والی ہیں، جو دو ماہ تک چلیں گی۔ استاد محترم (۲) اپنے وطن، یعنی سہارنپور تشریف لے جائیں گے۔ میں اتنے دنوں ناغہ نہیں کر سکتا، اس لیے میں نے بھی سہارنپور کا عزم کر لیا ہے، باقی جو اللہ کی مرضی۔

طرفہ تماشا، عزیزی مہدی کا کہنا ہے کہ 'جناب مولانا محمد فاروق صاحب میری تعلیم میں تساہل سے کام لیتے ہیں'، جب کہ جنابِ ممدوح لکھتے ہیں کہ 'عزیز مذکور کا تعلیم کی طرف التفات نہیں'۔ خدا ہی جانتا ہے کہ ان میں حق بجانب کون ہے؟

والدہ محترمہ کی خدمت میں آداب، بھائی صاحب اور حضرت منشی صاحب کی خدمت میں تسلیم اور عزیزی محمد اسحاق کے لیے سلام و دعا۔

محمد شبلی عفی عنہ

(لاہور) (۳)

○○○

(۱) اورینٹل کالج لاہور۔ (سید سلیمان ندوی) (۲) مولانا فیض الحسن سہارنپوری۔ (سید سلیمان ندوی)

(۳) یہ خط بھی لاہور ہی سے لکھا گیا اور چونکہ حیاتِ شبلی میں سید سلیمان ندوی کے اس جملے ..... 'مولانا فیض الحسن صاحب کے قلیل المدت درس کا نقش علامہ مرحوم پر کس قدر گہرا پڑا تھا.....' سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مدت چند مہینوں پر محیط ہے، چنانچہ اگر اس درس کو ۱۲۸۹ھ کے اواخر (جنوری فروری ۱۸۷۳ء) سے بھی شروع کیا جائے تو 'قلیل المدت درس' کا اختتام مارچ اپریل یا زیادہ سے زیادہ مئی جون ۱۸۷۴ء میں ہو گیا ہوگا، لہٰذا اس خط کی تحریر کا یہی زمانہ ہو سکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

# بنام شیخ عجیب اللہ

﴿۳﴾

محترم ومکرم چچا جان (۱) تسلیم ونیاز!

میں بروز دوشنبہ ۱۴ر جنوری کو علی گڑھ پہنچ گیا، لیکن سفر کی تھکان کے باعث آرام کرتا رہا۔ اس مرتبہ عزیزوں میں سے کوئی ساتھ نہ تھا، لہٰذا بات کس سے کرتا، دل کی بھڑاس کیسے نکالتا؟ ایک عجیب بے کلی سی طاری رہی اور دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہوتے رہے۔ وہ تمام باتیں، جو اعزہ وطن میں کہتے تھے، یاد آتی اور خون رلاتی رہیں۔ آنکھوں میں وہ منظر گھومتا رہا کہ دوستوں کی محفل جمی ہوئی ہے اور ہر کوئی اپنی اپنی سنا رہا ہے کہ اچانک کوئی پوچھتا ہے کہ جو کچھ تمہیں علی گڑھ میں حاصل ہے، کیا اس پر خوش ہو؟ کہیں اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول تو نہیں کرلیا اور حاسدوں کے خوف سے راضی برضا تو نہیں ہو گیا۔ میں کبھی تو خاموش رہتا ہوں اور کبھی ان الزامات کا جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں کہ یارو! انصاف سے کام لو، میرے اختیار میں کچھ نہیں، میری غلطیوں پر گرفت نہ کرو۔ مجھے بھی معلوم ہے کہ یہ کم مایہ خدمت میرے لائق نہیں اور اگر اپنے موجودہ منصب کے حوالے سے کچھ کہوں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اس سے بہتر چاہیے؛ مگر کیا کیا جائے کہ والد صاحب قبلہ وکالت کے سوا کسی چیز پر راضی نہیں اور اگر مجھ آزادہ رو کو وکالت پسند نہیں تو انصاف کرو، اس میں کون سا گناہ ہے؟ میں جب تک والد صاحب قبلہ کے زیر سایہ رہوں گا، اسی وضع پر رہوں گا۔ افسوس اس وقت پر، جب تقدیر بگڑ جائے اور اختیار چھن جائے۔ اس دورِ آشوب میں دل کو (کسی پل) قرار نہیں۔ اگر میں خواہی نخواہی وکالت اپنا بھی لوں اور اپنا کچھ خیال نہ کروں (۲) اور اس ذلت وپریشانی سے جسم وشکم کی پرورش کروں۔ اسی فکر

Scanned by CamScanner

میں غلطاں و پیچاں تھا کہ میاں ابراہیم اندر داخل ہوئے، یوں بے کلی کسی قدر کم ہوئی اور کشاکشِ غم سے کچھ نجات ملی۔ وہ مجھے عزیزوں کے حالات اور بندول و اعظم گڑھ کے مدرسوں کی کیفیت سے بالتفصیل مطلع کریں گے۔

یہ عریضہ عزیزی محمد سمیع یا عبدالحمید کے سپرد کر دیجیے اور اسے ضائع نہ کیجیے۔(۳)

شبلی نعمانی

۱۶/جنوری ۱۸۸۴ء

○○○

(۱) علامہ شبلی کے دادا منشی حسن علی کے چار بیٹے تھے، یعنی شیخ حبیب اللہ، شیخ مجیب اللہ، شیخ عجیب اللہ اور شیخ نجیب اللہ۔ سید سلیمان ندوی کے خیال میں، یہ خط غالباً شیخ عجیب اللہ کے نام ہے۔ (حیاتِ شبلی، ص ۸۳)

(۲) اللہ رے انقلاباتِ حالات! (سید سلیمان)۔ (۳) مولانا کو اپنے فارسی خطوط کے محفوظ رکھنے کا شوق تھا۔ (سید سلیمان)

Scanned by CamScanner

# بنام مسٹر مہدی حسن صاحب مرحوم (۱)

﴿۴﴾

باز گلبانگ پریشان می زنم
آتشے در عندلیباں می زنم
حجلۂ گل بہر من کردند و من
سر بدیوارِ گلستاں می زنم

المہدی باللہ!

حیاک اللہ۔ کل کالون صاحب (۲) سے اچانک ملاقات ہوگئی، وہ میرے اور میرے خاندان سے متعلق پوچھتے رہے اور میں ایک ایک کرکے بتاتا رہا۔ وہ بڑی تعظیم سے پیش آئے، البتہ معذرت کی کہ 'اس سال تو میں اردو کے پرچے نہیں دیکھ رہا'۔ غم زدہ واپس آیا اور دیوانِ غیب (۳) سے فال نکالی تو یہ شعر نکلا:

آنچہ سعی ست من اندر طلبت بنمودم
این قدر ہست کہ تغییر قضا نتوان کرد

ناامیدی کا خیر مقدم کیا اور گھٹنوں پر سر رکھ کے بیٹھ گیا۔ دل میں سوچا کہ اتنی آزادی کے باوجود ایک شعر سے اثر قبول کرنا اور آرزو کا کاسہ مایوسی کے سر پر دے مارنا کیسا؟ لیکن جب سر پر پتھر آن ہی پڑے اور دل مایوسیوں سے بھر جائے تو کیا کیا جا سکتا ہے؟ دو تین سال سے میں نے دوسروں سے توقع رکھنا ہی چھوڑ دی ہے اور کسی سے کچھ ملا بھی نہیں۔

میرے اعزہ کہتے ہیں کہ انگریزی تعلیم کے بغیر گزارا نہیں۔ یہ بھی کوئی بات ہے! کتنے ہی لوگ ہیں، جو انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتے لیکن بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں،

Scanned by CamScanner

آخر تحصیل داری وغیرہ کے لیے بھی تو انگریزی کی شرط نہیں۔(۴) فی الجملہ گردشِ فلک اور نارسائی بخت نے اس بات پر مجبور کر دیا کہ عمر کا کچھ حصہ بادیہ پیمائی اور ہرزہ درائی میں گزاروں۔ اب عزمِ سفر ہے، دیکھنا یہ ہے کہ پردۂ چرخ میں کون کون سی بجلیاں پوشیدہ ہیں۔

والسلام

ش۔نعمانی (۵)

○○○

---

(۱) مہدی حسن، شبلی کے منجھلے بھائی تھے۔عربی و فارسی کی تعلیم کے بعد قرآنِ مجید حفظ کیا۔اسکول کی تعلیم کے بعد ۱۹۷۹ء میں شبلی کے ساتھ وکالت کا امتحان دیا، جس میں مہدی حسن کامیاب ہو گئے، جب کہ انھیں پڑھانے والے شبلی ناکام۔اس کے بعد مہدی علی گڑھ کالج میں داخل ہوئے، جہاں سے انھوں نے انٹرنس، ایف اے کیا۔مزید تعلیم کے لیے ۱۸۸۵ء میں وہ لندن چلے گئے، جہاں سے انھوں نے بیرسٹری اور بی اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔لندن میں ان کی صحت خراب ہوئی، جو بعد ازاں کسی طور بحال نہ ہو سکی۔ ۱۸۹۲ء میں وہ الٰہ آباد ہائی کورٹ میں منصف مقرر ہوئے، اسی دوران میں آبائی گاؤں ہی کی عالیہ سے ان کی شادی ہو گئی، لیکن خراب صحت بگڑتی ہی چلی گئی اور بالآخر ۲۹ر جون ۱۸۹۷ء کو اعظم گڑھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔مہدی کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی، صرف ایک بیٹی شافیہ (متوفی ۱۹۲۷ء) تھیں۔(۲) شبلی کو غالباً اپنے جوابی پرچوں کی کمزوری کا احساس تھا، اس لیے وہ اپنے والد کے دوست، قانون کے ممتحن مسٹر کالون سے ملے۔(۳) دیوانِ لسان الغیب، یعنی دیوانِ حافظ شیرازی۔(۴) شبلی کے علاوہ شیخ حبیب اللہ کے تمام بیٹوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی تھی۔یہ اسی طرف اشارہ ہے۔(۵) شبلی نے وکالت کا امتحان پہلی مرتبہ ۱۸۷۹ء میں دیا تھا، اس لیے یہ خط اسی سال کا تحریر کردہ ہو سکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

﴿۵﴾

عزیز من مسٹر مہدی حسن! انبتک اللّٰہ نباتًا حسنًا

اب تک تو میں ڈپٹی محمد کریم کے دولت کدہ پر اقامت پذیر رہا، (البتہ) کل ہی ایک مکان کرایے پر لیا ہے، (۱) مگر چونکہ دل خواہ نہیں ہے، اس لیے فکر سے آزاد نہیں ہوا اور مزید تلاش جاری ہے۔

یکم فروری (۲) سے کالج جا رہا ہوں۔ ایف اے و بی اے کو فارسی اور انٹرس و سیکنڈ (کے طلبہ) کو عربی پڑھاؤں گا۔ سید صاحب ہر چند کلکتہ سے یہاں پہنچ گئے ہیں، لیکن چونکہ سفر کی تھکن کے باعث ان کی طبیعت ناساز ہے، اس لیے ابھی تک ان کے نیاز حاصل نہیں ہوئے۔ (وہ) عزیزی محمد اسحاق کو پہلی صف میں جگہ دیتے ہیں۔ محیط الدائرہ (۳) بھیجنے کی ضرورت ہے۔

والسلام

شبلی نعمانی

علی گڑھ

۲ر فروری ۱۸۸۲ء (۴)

○○○

(۱) علی گڑھ کالج کے تعلق کے بعد سب سے پہلا سامانِ قیام۔ (سید سلیمان ندوی) (۲) کالج کے درس کا پہلا دِن۔ (سید سلیمان ندوی)۔ (۳) کرنیلیوس قان دیک الامیری کانی کی تالیف محیط الدائرہ کا تعلق علمِ عروض سے ہے۔ (۴) مکاتیبِ شبلی جلد دوم کے دونوں اشاعتوں (۱۹۱۷ء اور ۱۹۷۱ء) میں یہی تاریخ تحریر درج ہے، لیکن چونکہ علی گڑھ کالج میں شبلی کی تقرری یکم فروری ۱۸۸۳ء کو عمل میں آئی تھی، اس لیے ۱۸۸۲ء کو کتابت کی غلطی قرار دیا جا سکتا ہے۔ درست تاریخِ تحریر ۲ر فروری ۱۸۸۳ء ہے۔

Scanned by CamScanner

﴿۶﴾

عزیزی مہدی! السلام علیکم و علیٰ من لدیکم

میری طرف سے ہزار بار قدم بوسی کے بعد والدہ ماجدہ کی خدمت میں آداب کہنا اور عرض کرنا کہ شبلی بالکل خیریت سے ہے،(۱) سوائے آپ سے دوری کے، اسے کوئی غم نہیں۔ وہ خاطر جمع رکھیں، یہ دوری ناگزیر تھی۔ ہمشیرہ معظمہ، چچی جان، دادی جان اور دیگر بزرگوں کو آداب وتسلیم۔ اب توجہ سے سنو!

میرے استفسارات کا تفصیل کے ساتھ جواب لکھو اور اگر کوئی جونپور جانے والا ہو تو تانبے کا وہ برتن، جو دورانِ حج میرے استعمال میں رہا اور غالباً اب بھی وہ گھر میں کہیں پڑا ہوگا، مولوی ہدایت اللہ خاں صاحب کے مدرسے کے طالب علم حافظ تجمل حسین صاحب کو دے دینا اور بتا دینا کہ یہ برتن شبلی نے مولوی بشارت کریم سے مستعار لیا تھا اور اب آپ کے سپرد ہے کہ مولوی بشارت صاحب تک پہنچا دیں۔ یہ ساری تفصیل تحریر کر کے ساتھ کر دینا اور بذریعہ خط مجھے بھی آگاہ کر دینا اور عزیزی اسحاق کے بارے میں مطلع کرنا۔

والسلام

شبلی (۲)

○○○

---

(۱) شبلی کی والدہ فائمہ بی بی نہایت نیک اور تہجد گزار تھیں۔ جب شیخ حبیب اللہ نے دوسری شادی کر لی تو وہ بہت دل گیر ہوئیں اور اسی غم میں گھلتے گھلتے جنوری ۱۸۸۶ء میں انتقال کر گئیں۔ (۲) علامہ شبلی نے ۱۸۷۶ء میں حج بیت اللہ کے لیے سفر کیا۔ اس برس ۱۸ر نومبر کو ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ کی پہلی تاریخ تھی۔ خیال ہے کہ یہ قافلہ ۱۸۷۷ء کے ابتدائی مہینوں میں وطن واپس آیا ہوگا۔ ۱۷ر مارچ ۱۸۸۱ء کو مولوی محمد سمیع کے نام لکھے گئے فارسی خط (شمار ۱۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں علامہ بستی میں وکالت کر رہے تھے، یہ خط غالباً اسی دور میں لکھا گیا۔

Scanned by CamScanner

# بنام مولوی حکیم محمد عمر صاحب (۱)

﴿۷﴾

یارِ گرامی مدظلہ السامی!

تسلیم۔ آپ کا خط ملا، دل آنکھوں کا رہین منت ہوا۔ اس وقت جو فرصت میسر ہے، اس میں خود ادب کا مطالعہ کرتا ہوں اور کسی کو دیوانِ حماسہ (۲) پڑھاتا ہوں۔

پچھلے خط میں میں نے عزم سفر ظاہر کیا تھا، البتہ منزل کا تعین ابھی تک نہیں کر سکا۔ ان صاحب کے لکھنؤ جانے کی رائے صائب ہے۔ پہلے ہی چلے جانا چاہیے تھا، (بہر حال) اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ اس شہر (اعظم گڑھ) میں چندے کی مد میں دو ہزار چھ سو روپے جمع ہو گئے ہیں، قوی امید ہے کہ یہ تین ہزار سے تجاوز کر جائیں گے۔ (۳)

نجانے مولوی فقیر اللہ کی ناراضی کی وجہ کیا ہے؟ انھوں نے دو ماہ سے مجھے خط تک نہیں لکھا۔

اللہ کا شکر ہے کہ نامراد روسی فوجیں، جو عثمان پاشا کے ساتھ برسر پیکار تھیں، ان میں سے آٹھ ہزار روسی واصلِ جہنم ہوئے اور چوبیس ہزار شدید مجروح۔ فتح وظفر کی ہواؤں سے سلطانی پرچم جھوم رہا ہے اور شاہِ روس کا بھائی گرینڈ ڈیوک نکلسن ترک جانبازوں کے حملے کے ڈر سے میدان چھوڑ بھاگا ہے۔

مولوی محمد سلیم سمروی ہنی مون منا رہے ہوں گے، جب کہ مولوی منیر مقدمات کی ادھیڑ بن میں گھلے جا رہے ہوں گے۔ مولوی نور محمد کو میرا اسلام شوق پہنچا دینا۔

چند روز ہوئے، یہاں ایک مشاعرہ منعقد کیا گیا تھا، میں نے بھی ایک غزل پڑھی تھی:

ناتواں عشق نے آخر کیا ایسا ہم کو
غم اُٹھانے کا بھی باقی نہیں یارا ہم کو

Scanned by CamScanner

دردو فرقت سے ترے ضعف ہے ایسا ہم کو
خواب میں بھی ترے دشوار ہے آنا ہم کو
جوشِ وحشت میں ہو کیا ہم کو بھلا فکر لباس
بس کفایت ہے جنون دامنِ صحرا ہم کو
رہبری کی دہنِ یار کے جانب خط نے
خضر نے چشمہ حیوان یہ دِکھایا ہم کو
دل گرا اس کی زنخدان میں فریبِ خط سے
چاہ خس پوش تھا اے وائے نہ سوجھا ہم کو
واہ کاہیدگیِ جسم بھی کیا کام آئی
بزم میں تھے پہ رقیبوں نے نہ دیکھا ہم کو
قالبِ جسم میں جان آ گئی گویا شبلی
معجزہ فکر نے اپنی یہ دِکھایا ہم کو

ایک اور غزل بھی ہوئی ہے، مگر اس مختصر خط میں اتنی گنجائش نہیں۔ اس غزل کا صرف ایک شعر پیش کرتا ہوں:

یوں چشم تر میں قامتِ جاناں ہے جلوہ گر
جس طرح سے کہ سرو لبِ آب جو رہے

شبلی (۴)

○○○

(۱) مولوی حکیم محمد عمر دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے، مولانا شبلی کے ہم تعلیم و ہم صحبت اور عہد شباب کے دوست۔ بعد ازاں اعظم گڑھ میں محافظ دفتر ہوئے اور مطب کھولا۔ (۲) دیوانِ حماسہ: شعرائے جاہلیت کے کلام۔ (۳) جنگ روم و روس میں چندہ، مولانا کا پہلا قومی کام۔ (سید سلیمان ندوی)۔ (۴) یہ خط ۱۸۷۷ء میں لکھا گیا۔ اسی سال روس اور ترکی کے درمیان جنگ چھڑی۔ ہندوستان بھر میں ترکوں کی فتح و نصرت کے لیے دعائیں کی جانے لگیں اور ترک فوجوں کی مدد کے لیے چندہ جمع کیا جانے لگا۔

Scanned by CamScanner

﴿۸﴾

رفیق من!

تسلیم۔ کیا آپ نے مجھے محروم التفات کر دیا کہ خط کا جواب دینا ہی چھوڑ دیا۔ بخدا، میں نے کئی خط بھیجے؛ اگر وہ نہیں پہنچے تو اس میں میری خطا نہیں۔

میری بدنصیبی کہ مجھے قانون پڑھنا پڑ رہا ہے، سلیم سمروی بھی میرے ساتھ ہیں۔

یہاں ایک طالب علم جمیل سے ملاقات ہوئی، جو مولوی ہدایت اللہ کی تعریف کر رہا تھا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ یہ دوست کسی بہتر جگہ سے کسب فن کر رہا ہے۔

میں ان بھولے بادشاہوں کی باتوں پر اعتماد نہیں کرتا، کیونکہ انھیں کوئی تجربہ نہیں ہے۔ یہ تو لکھنؤ آنا چاہتے تھے؛ نجانے کیوں نہیں آئے؟ ہاں، البتہ مولوی عبدالحی کو دل دانا اور چشم بینا ارزانی ہوئے ہیں۔ مولوی فقیر اللہ صاحب بھی مجھ سے رنجیدہ ہیں۔ یا الٰہی! دوستوں کو کیا ہو گیا ہے کہ انھیں سب خستہ حالوں سے ہمدردی ہے، مگر شبلی کتنا بدنصیب ہے کہ مولوی محمد عمر صاحب جیسا دوست بھی اس سے بیزار ہے؛ تاہم میری زبان پر یہی دعا ہے کہ آپ کا شبلی رہے نہ رہے، آپ سب عافیت سے رہیں۔

گستاخی معاف! مجھ جیسے دوست صدیوں میں میسر نہیں آتے، چنانچہ مجھ سے ترک تعلق کہاں کی دانائی ہے!

دیگر دوستوں کو بھی سلام کہہ دیجیے گا کہ ان کے ساتھ بھی اچھے دِن گزر رہے ہیں۔

محمد شبلی بندولی (۱)

○○○

(۱) بندول، نام وطن۔ (سید سلیمان ندوی) خط کے مندرجات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قانون کے امتحان کی تیاری کے دِنوں (یعنی ۱۸۷۹ء) میں لکھا گیا۔

Scanned by CamScanner

﴿۹﴾

برادرِ اعظم صاحب، السلام علیکم

نیاز نامہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا، مگر اس کا جواب ابھی تک نہیں موصول ہوا۔ مضطرب ہوں کہ رسید ابھی تک کیوں نہیں آئی۔ امید ہے، خط ملتے ہی جواب ضرور دیں گے، تا کہ دلِ ستم زدہ کو تسکین ہو اور آئینۂ دل سے بے کلی کا غبار چھٹ جائے۔

زیادہ نیاز

شبلی

۱۷/ اکتوبر ۱۸۸۲ء

○○○

## بنام مولوی حمید الدین صاحب (۱)

﴿۱۰﴾

در دست دیگرے است سپید و سیاہِ ماہ
با روز و شب بہ عربدہ بودن چہ احتیاج

مایۂ نازِ ما!

تمھارا خط پہنچا، بے قراری کو قرار آ گیا۔ اور ہاں، تمھارے سوا کون ہے، جس سے میں غم خواری کی توقع کروں۔ خدا تمھیں حیاتِ جاوِداں عطا کرے کہ تم نے ایک غم زدہ کا حال پوچھا۔

جانِ من! جس دِل کو کبھی راحت نصیب نہ ہوئی ہو اور جس نے کبھی خوش بختی کا منہ نہ دیکھا ہو؛ خود انصاف کرو، بے مہریِ دنیا کی تاب لائے تو کیسے اور اس بے کسی میں گزران ہو تو

Scanned by CamScanner

کیسے؟ اس پر عزیزوں کی باتیں کہ جگر خون ہوتا ہے۔ اگر چہ مجھے ان افسانوں کی خبر نہیں، مگر اتنا جانتا ہوں کہ وہ نہ تو لکھنے کی ہیں اور نہ سننے کی۔ جب بات ہی نامناسب ہو تو اس پر کان دھرنے کا فائدہ؟ مگر یہ ہیں نکمی باتیں..... عیسیٰ این را متحمل شد و مریم برداشت..... البتہ اس برائی میں سب کو شریک سمجھنا غلط ہے۔

..... جہاں تک میں جانتا ہوں، گناہ نہیں۔ میں ان لوگوں کی باتوں سے آزردہ نہیں۔ اگر چہ مجھے ان سے کوئی نیاز مندی بھی نہیں ہے، لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے سرگراں اس لیے ہیں کہ مجھے ان کی اطاعت قبول نہیں اور نہ ہی مجھ سے کبھی ایسا ہوگا۔

مجھے حیرت ہے کہ اس دوران میں کوئی تعطیل بھی نہیں، پھر تم مجھے کیسے ملو گے؟ ابھی ابھی طویل بحر میں کچھ شعر موزوں ہوئے ہیں، ان میں سے کچھ لکھتا ہوں۔ (۲)

والسلام

شبلی نعمانی

علی گڑھ۔

۱۷ر جنوری ۱۸۸۴ء

○○○

(۱) عربی زبان و ادب کے معروف ادیب اور مفسر قرآن مولانا حمید الدین فراہی (۱۸۶۳ء-۱۹۳۰ء) علامہ شبلی کے ماموں زاد بھائی اور ان کے لائق شاگرد تھے۔ مدرسۃ الاسلام کراچی، علی گڑھ کالج اور میور کالج الٰہ آباد میں پروفیسر عربی رہنے کے بعد دار العلوم حیدر آباد میں پرنسپل کی حیثیت سے فرائض انجام دیے۔ علی گڑھ میں بھی عربی زبان و ادب کے استاد رہے۔ متعدد تصانیف کے علاوہ تفسیر نظام القرآن ان سے یادگار ہے۔ (۲) خط میں شعر درج نہیں۔

Scanned by CamScanner

﴿۱۱﴾

عزیزی، سلام شوق

اس خرابے میں آئے ہوئے مجھے دو تین روز ہو گئے ہیں۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ کیسے گزر رہی ہے اور شب و روز کیسے کٹتے ہیں تو میں حیرت سے اس کا منہ تکتا ہوں اور خون کے آنسو روتا ہوں۔

زیادہ کیا کہوں، اسحاق نہیں کہ جو اس وحشت میں مجھے بہلائے رکھتا، تم بھی نہیں کہ تمھاری دل پذیر باتوں سے مردہ جسم میں جان پڑ جاتی۔ اگر میاں محمد ابراہیم بھی میری مدد کو نہ پہنچتے تو میں بے ساز و برگ موت کی راہ دیکھ رہا ہوتا۔

عزیز من! کوشش کرو کہ جلد اتنی انگریزی زبان سیکھ لو کہ بے تکلف اس میں بات چیت کر سکو، تاکہ تمھیں اپنے ہم مرتبہ لوگوں پر برتری حاصل ہو اور تمھارے دم سے مدرسے کی شان ہو، جیسا کہ احباب نے اس مسئلے کا حل نکالا ہے۔

عزیزی محمد عثمان کو سفر نامۂ ناصر خسرو(۱) پڑھ لینا چاہیے۔ تم اس سے ملو اور اس سفر نامے کی قیمت، جو کم و بیش ایک روپیہ ہے، وصول کر کے مجھے بھیج دو، تاکہ میں یہ کتاب اسے بھیج سکوں۔

میں نے جو خط مہدی حسن کو بھیجا تھا اور جس کا ذکر میاں عبدالحمید کے خط میں آ گیا تھا؛ وہ یہی ہے، جس کی دوسری جانب میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ ہر چند میں جانتا ہوں کہ بے مایہ لوگ اس کو اپنے اوپر محمول کریں گے اور اپنی محفلوں میں حاشیہ آرائی کریں گے، البتہ مجھے معلوم تو ہو کہ انھوں نے اس سلسلے میں کیا طومار باندھے، افسوس!

والسلام

شبلی (۲)

○○○

Scanned by CamScanner

(۱) فارسی کے شاعر، فلسفی، اسماعیلی دانشور اور سیاح ناصر خسرو قبادیانی (۱۰۰۴ء-۱۰۸۸ء) نے ۶/مارچ ۱۰۴۶ء سے ۲۳/اکتوبر ۱۰۵۲ء تک انھوں نے ممالک اسلامیہ کی سیاحت کی۔ انیس ہزار کلومیٹر طویل سفر میں انھوں نے چار مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل کی۔ سفرنامہ ان کی اسی سیاحت کی روداد ہے۔

(۲) اپریل ۱۸۸۵ء میں شبلی کے بھائی مہدی حسن اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان گئے اور اکتوبر ۱۸۸۸ء میں وطن واپس آ گئے۔ اس دوران میں وہ اپنے والد کے نام خطوں میں اپنی خیریت کے ساتھ ساتھ وہاں کی معاشرتی زندگی اور عورتوں کی آزادی کا ذکر نہایت بے باکی سے کرتے رہے۔ شیخ حبیب اللہ بیٹے کی خیریت سے متعلق اپنے احباب کو بتاتے تو دوسری باتیں بھی درمیان میں آ جاتی ہوں گی۔ ان ہی باتوں کو یار لوگ لے اڑتے اور ان پر حاشیہ آرائی کرتے۔ مولوی محمد سمیع کو ۱۴/فروری ۱۸۸۶ء کے خط میں شبلی نے اسی ضمن میں لکھا کہ 'مہدی کے جب ایسے خط آیا کریں تو اس سے مجھ کو مشرف نہ کیا کرو، صرف تعلیم و خیریت کے حال سے مطلع کرنا کافی ہے'۔ انھی کے نام ۶/مارچ ۱۸۸۶ء (مکاتیب شبلی اوّل میں اسے ۱۸۹۶ء لکھا گیا ہے، جو نادرست ہے) کے خط میں لکھا کہ 'مولوی عبدالغفور نے مجھ سے کہا، سنا ہے کہ مہدی نہایت آزادانہ بے تمیزی کے خطوط اپنے والد قبلہ کو لکھتے ہیں اور اس خط کا حوالہ دیا، جس میں انھوں نے لیڈیوں کے ناچ کا ذکر کیا تھا، مجھ کو یہ تعجب ہوا کہ یہ خبریں ان لوگوں کو کیوں کر پہنچتی ہیں۔ والد قبلہ جو مہدی کے خطوط ان سبھوں کو سناتے ہیں تو سب اسی نکتہ چینی کی غرض سے سنتے ہیں'۔ زیر نظر خط کا آخری پیراگراف چونکہ اسی موضوع سے تعلق رکھتا ہے، اس لیے قیاس ہے کہ یہ بھی ۱۸۸۶ء میں ہی لکھا گیا۔

Scanned by CamScanner

# بنام مولوی محمد عمر صاحب (۱)

﴿۱۲﴾

حیاک اللہ۔ تمھارا خط ملا۔ خدا میری مغفرت نہ کرے، اگر میں تمھارے معاملے میں پہلوتہی کروں۔ سچی بات یہ ہے کہ اِن دِنوں میرے ہاں آنے کا چنداں فائدہ نہیں۔ غازیپور اچھی جگہ ہے، اگر وہاں جانے کا ارادہ ہے تو تمھیں اپنا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

مجھ سے کیا پوچھتے ہو، محمد سمیع نے الٰہی شاہ کی دامادی قبول کر لی ہے یا نہیں؟ محمد سمیع شروع سے ہی قسمت کا دھنی رہا ہے، کیونکہ اسے شروع ہی سے فقرا کی مکرمت حاصل ہے۔ اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ پہلی بیوی (کی رحلت کے بعد اس) نعم البدل مل جائے:

در کارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

شبلی نعمانی

۱۰/مارچ ۱۸۸۱ء

○○○

(۱) دیناپارہ، سرائے میر، ضلع اعظم گڑھ کے باشندے اور مولانا کے پرانے شاگرد۔ (سید سلیمان ندوی)

Scanned by CamScanner

﴿۱۳﴾

یارِ دلنوار!

ایک مدت سے تمھارا خط نہیں آیا، شاید دوستی کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ میں تو پہلے ہی پریشان تھا، دوستوں کی چپ نے تو مجھے اور بے چین کر دیا ہے۔ جلد خط لکھو، تاکہ معلوم ہو کہ کیا پڑھ رہے ہو اور کیسے گزر رہی ہے؟ ان دنوں میں ہمہ وقت درس و تدریس میں مصروف ہوں۔ مولوی سلیم نندادی اور سمروی دونوں یہیں رہتے ہیں۔ مولوی محمد فقیر اللہ کو نجانے کیا ہو گیا ہے، گھر بار لٹا بیٹھے ہیں اور بے فائدہ قسم کے ہنر حاصل کرنے کے درپے ہیں۔ دُوری کی وجہ سے میری جان پر بن گئی ہے۔ دیکھیے، اس یگانۂ روزگار کے دیدار سے کب دل شاد ہوتا ہے؟

جہاں تک ہو سکے، نایاب کتابیں ڈھونڈتے رہنا۔ (۱) ظہیر فاریابی (کے دیوان) کا مجھے شدت سے انتظار تھا، ابھی تک تو نہیں پہنچا، شاید یہ میرے بختوں کی نارسائی ہے۔ اور کیا لکھوں!

شبلی عفی عنہ

از بستی (۲)

۱۷/ مارچ ۱۸۸۱ء

○○○

---

(۱) نادر کتابوں کا شوق نہایت قدیم تھا، اُسی زمانے کا یہ ایک خط تھا۔ (سید سلیمان ندوی)

(۲) علی گڑھ جانے سے پہلے بستی میں چند ماہ وکالت کی تھی۔ (سید سلیمان ندوی)

Scanned by CamScanner

﴿۱۴﴾

حیاک اللہ!

تمھارا خط پہنچا، دل ہمہ پہلو چشم ہوا۔ خیر، توفیق کی یاوری سے قلم کا زنگ تو دُور کیا اور مکاتبت کا آغاز کیا۔ ردّ تذکرہ کے سلسلے میں ابھی تھوڑا بہت ہی لکھا تھا کہ مجھے اس کام میں (قرق) امین بنا دیا گیا ہے(۱)۔ ہجومِ کار اور کثرتِ افکار کے باعث فی الحال اس کام کے لیے دوبارہ کمر بستہ نہیں ہوسکتا۔ اس کشمکش سے نجات ملی تو ایک اور افتاد آن پڑی، یعنی گودام اور اس کے متعلقات کی نگرانی کرنی پڑی اگرچہ یہ کام میرے لائق نہیں تھا، لیکن مجھے حضرت قبلہ گاہ (والد) کے تعمیل حکم کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اب کہیں جا کر اس بیگار سے جان چھوٹی ہے اور میں واپس آ گیا ہوں۔(۲)

اِن شاء اللہ جلد ہی تذکرہ کا جواب مکمل کر دوں گا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ ایماضات کے علاوہ حافظ صاحب کا ایک اور رسالہ بھی ہے۔ اب تک تو مجھے حافظ صاحب کے علم واستعداد پر اعتماد تھا، مگر اب وہ بھی اُٹھ گیا ہے۔ ان شاء اللہ جلد ہی غازی پور جاؤں گا اور تذکرہ اور ایماضات کے مصنف کی اغلاط اور لغزشوں کی نشاندہی کروں گا۔(۳)

اس سفر میں حافظ حبیب اللہ خاں اور عزیزی مولوی محمد سمیع بھی میرے ساتھ ہوں گے۔ معلوم نہیں کہ قصیدہ مولوی عبدالاحد شمشاد(۴) کے سپرد کیا ہے یا تم میری طرح اسے بھی بھول گئے۔

والسلام

شبلی نعمانی

۱۷/ اکتوبر ۱۸۸۲ء

○○○

Scanned by CamScanner

(۱) شبلی نے وکالت کا امتحان پاس کرلیا، لیکن وکالت کو پسند نہ کیا، البتہ باپ کے کہنے پر کلکٹر کی عدالت میں قائم مقام نقل نویس کی ملازمت کرلی، جس کی تنخواہ دس روپے تھی؛ بعدازاں دو ماہ کے لیے قرق امینی کی عارضی طور پر خالی ہونے والی اسامی کے لیے ان کی تقرری ہوگئی۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ اس امانت کے فرائض اس دیانت سے انجام دیے کہ اہلِ معاملہ کے ہاں پانی پینا تو بڑی چیز ہے، ان کے سایۂ دیوار میں آرام کرنا بھی معصیت سمجھتے۔ گرمیوں کا موسم، رمضان کا مہینہ، تپتی ہوئی دوپہر اور جھلسا دینے والی دھوپ میں روزہ رکھے ہوئے گاؤں گاؤں گھوڑے پر سوار پھرا کرتے تھے۔ افطار و سحر کا کوئی سامان نہ ہوتا، سائیس دال چاول ابال دیتا، اسی کو کھا لیتے۔ ان مصائب کو پھر بھی وکالت پر ترجیح دیتے۔ (حیاتِ شبلی، ص ۱۲۰) واضح رہے کہ ۱۸۸۲ء میں رمضان کا مہینہ ۶ رجولائی سے شروع ہوا تھا۔ (۳) شیخ حبیب اللہ نے نیل سازی کے کئی ایک کارخانے کھول رکھے تھے۔ ۱۸۸۲ء میں قرق امینی کی اسامی پر عارضی تقرری ختم ہونے پر ان کے والد نے انھیں ان کارخانوں کا نگران مقرر کر دیا۔ کچھ دِنوں تک شبلی نے یہ فریضہ بھی سرانجام دیا۔ (۳) (علی گڑھ) کالج جانے سے پہلے (شبلی کو) غیر مقلدین سے مناظرے کا بہت شوق تھا۔ (مولانا اسلم جیراجپوری کے والد) حافظ سلامت صاحب جیراجپوری اعظم گڑھ میں غیر مقلدوں کے سرگروہ تھے، تقلید و حنفیت کے ردّ میں وہ چھوٹے چھوٹے رسالے لکھتے تھے، مولانا ان کا جواب دیتے تھے۔ (سید سلیمان ندوی) شبلی کے خیال میں، امام کے پیچھے قرأتِ فاتحہ نہ صرف یہ کہ واجب نہیں، بلکہ مکروہ ہے۔ انھوں نے اسکات المعتدی علی انصات المقتدی کے نام سے عربی میں چوبیس صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ لکھا، اس رسالے میں مولانا شبلی نعمانی نے متن میں 'قال بعض العلما' لکھ کر مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کی تحقیق کا ردّ کیا تھا۔ ردِعمل میں مولانا عبدالحی کے شاگردوں میں سے مولانا نور محمد ملتانی نے تذکرة المنتهی فی ردّ اسکات المعتدی اور حافظ مُلّا شعیب حنفی کابلی باجوری نے الایماضات الی اغلاط مصنف الاسکات کے ذریعے شبلی کے رسالے کا جواب دیا۔ اس خط میں اسکات کے انھی دو جوابات کا ذکر ہوا ہے۔ (بحوالہ حیاتِ شبلی، ص ۱۱۴) (۴) مولوی عبدالاحد صاحب شمشاد لکھنوی، مہتمم مدرسہ چشمہ رحمت، غازی پور۔ ستمبر ۱۹۱۷ء میں وفات پائی۔ (سید سلیمان ندوی)

Scanned by CamScanner

﴿۱۵﴾

۱۲۹۹ھ کی بات ہے کہ میں ایک دن برادر قاضی محمد سلیم کی عیادت کو گیا۔ مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال ہوا، کچھ دیر بعد وہ کہنے لگے، 'آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ تم نے میرے متعلق چند اشعار موزوں کیے ہیں'۔ اگرچہ مجھے اندازہ تھا کہ یہ محض فضول سی بات ہے، لیکن جب اگلے دن ان کی تاریخ وفات کی جستجو کی تو از خود یہ بات دِل میں آ گئی۔ ہر چند میں نے اپنے تئیں اس سے باز رہنے کی کوشش کی، کیونکہ یہ بجائے خود ایک بدشگونی تھی، تاہم نہ چاہتے ہوئے بھی مصرعِ تاریخ خود بخود موزوں ہو گیا؛ حالانکہ ممدوح کی کہی ہوئی بات میرے ذہن میں نہیں تھی۔ اُن کا خواب دوسرے روز بھی مجھے یاد آتا رہا اور اس واقعے نے مجھ پر عجب کیفیت طاری کر دی۔

ایک ہفتے بعد انھوں نے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ ان کے رویاے صادقہ پر مجھے سخت تعجب ہوا اور یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ کچھ ایسے ہی لوگ عالمِ قدس کے راز دار ہوتے ہیں، جہاں پر وہم و گماں کی پرواز بھی محال ہوتی ہے، جیسا کہ اس شعر میں مذکور ہے:

چون خواستم ز پیر خرد سال مرگ او
از رُوے درد گفت 'کہ قاضی سلیم مرد'(۱)

شبلی نعمانی

۱۰/اکتوبر ۱۸۸۲ء

○○○

(۱) 'کہ قاضی سلیم مرد' سے تاریخِ وفات کے اعداد ۱۲۹۹ نکلتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

﴿۱۶﴾

نورِ نظر محمد عمر سلمہ!

حیاک اللہ۔ تمھارا خط ملا اور نہ آسکنے کا معقول عذر بھی۔ حیرت ہے، اتنے اشتیاق کے باوجود تم کس طرح مجھ سے دور رہے اور اب تک نہ آئے۔ خدا تمھیں شفا دے، میں خود وہاں آ کے تمھاری علالت کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ یہ ایک بڑی خرابی اور بڑا حادثہ ہے۔ تمھیں بھی خبر ہے کہ اگر اس چشمے کا منہ بند نہ کیا گیا تو یہ قطرہ دریا میں بدل جائے گا اور رستہ صحرا تک جائے گا۔

سمیع موضع پھر یہاں میں مجھ سے ملا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اگر متنازع اراضی اور مکان میری ملکیت نہ ہو تو میں اپنے دعوے سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ میں نے سمجھایا کہ ان باتوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ (چوں دراین جا میرسم مردہ از ردے کار برمی خرد۔ کذا) ابھی میں ان کی باتوں میں آنے والا نہیں۔

شبلی نعمانی

۲۹/ اکتوبر ۱۸۸۲ء

﴿۱۷﴾

عزیزی محمد عمر سلمہٗ!

حیاک اللہ۔ تمھارے نہ آنے سے میں کہاں تک خونِ جگر پیوں۔ تمھیں معلوم ہے کہ میری آشفتہ مزاجی اس طرح کی نافرمانیوں کی تاب نہیں لاسکتی۔ میں نے چپ سادھ لی ہے۔ اگر اب مزید تاخیر ہوئی اور جلد ملنے نہ آئے تو مجھ سے ملاقات نہیں ہو سکے گی، کیونکہ میں جلد ہی اعظم گڑھ کے لیے روانہ ہو جاؤں گا اور وطن پہنچ کر اپنے عزیزوں سے ملوں گا۔ معلوم نہیں، اس معاملے میں حق بجانب کون ہے؟ تم تو شاید جانتے ہو، اگر ایسا ہے تو مجھے بھی مطلع کرو۔ اور کیا لکھوں؟

شبلی نعمانی

۲۹/ اکتوبر ۱۸۸۲ء

Scanned by CamScanner

﴿۱۸﴾

اے نورِ دیدۂ شبلی، سلامت رہو، سیکڑوں برس جیو!

ایک ہفتہ پیشتر تمھارا خط ملا، جس نے دمِ عیسیٰ کا کام کیا۔ میری جان! بالکل غلط کہ جونپور سے واپسی کے موقعے پر دم بھر کو بھی رکتا اور تمھیں نہ ملتا، ہاں، اگر اس وجہ سے تم دل گرفتہ ہو کہ میں وہاں کیوں نہ رکا تو اس پر معذرت۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میرے لیے تم سے دوری ناقابل برداشت ہے اور ملاقات کے بعد دردِ جدائی مزید بڑھ جاتا:

خود می کنی بہ ہجر تو در روزِ زندگی
دل کندن از رخ تو بہ یکبار مشکل است

تمھارے خط سے مدرسے (۱) کے حالات معلوم کر کے بہت دُکھ پہنچا۔ بدقسمتی سے تدریس کی ذمے داری مفتی محمد یوسف صاحب کے بجائے مولوی لطف الرحمٰن (۲) وغیرہ کے سپرد کرنی پڑی۔ اب یہ شعر وردِ زبان رہتا ہے:

از ہجومِ چغد در ویرانۂ ما جا نماند
آن قدر آباد شد آخر کہ ما می خواستیم

یہ بتاؤ کہ عبدالعزیز اور محمد الٰہ آباد سے واپس آئے یا نہیں؟

والسلام
شبلی نعمانی

۵ر نومبر ۱۸۸۲ء

○○○

(۱) مدرسہ عربی جونپور۔ (سید سلیمان ندوی) (۲) مولوی لطف الرحمٰن بنگالی جونپور میں مولانا مفتی محمد یوسف صاحب فرنگی محلی کی جگہ مدرس اوّل ہو گئے تھے۔ (سید سلیمان ندوی)

Scanned by CamScanner

﴿۱۹﴾

اے میرے فرزانہ مولوی محمد عمر!

اگر چہ تجھ پر مصائب وحوادث کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، لیکن میں نے تجھے خط نہ لکھا اور نہ کوئی تسلی کا لفظ لکھا؛ تاہم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ میں نے اپنے دل سے تیری محبت کھرچ ڈالی ہے۔ یہ میں جانتا ہوں یا میرا خدا کہ تیرے فرطِ غم نے اس قدر نڈھال کر دیا کہ قلم نہ پکڑ سکا کہ خط لکھتا، جو تمھاری آتش غم پر پانی کا سا اثر کرتا۔ افسوس! جناب حافظ صاحب بھی ہمت ہار بیٹھے اور صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے بھی چھوٹ گیا۔ کیا ہی اچھا ہوتا، اگر وہ خود تشریف لاتے اور پریشان حال عزیزوں کی دل جوئی کرتے۔ چار و نا چار صبر سے کام لو کہ صبر ہی کامیابی کی کلید ہے۔

حمید کو چیچک نکل آئی تھی، (البتہ) اب وہ صحت یاب ہو گیا ہے۔ آج جب کہ میاں محمد عظیم کی شادی ہے، میں (موضع) املو جا رہا ہوں۔ اس عجلت میں کاغذ پر یہ دو تین باتیں لکھ دی ہیں۔

امتحانات کب ہوں گے، کچھ خبر نہیں۔ عبدالمجید، عبدالحلیم، عبدالرحیم اور دیگر (چند اور طلبہ) کو (امتحان میں بیٹھنے سے) روک دیا گیا ہے۔

والتسلیم

شبلی نعمانی (۱)

○○○

(۱) تاریخ تحریر معلوم نہیں ہو سکی۔

Scanned by CamScanner

# بنام مولوی محمد سمیع صاحب (۱)

﴿۲۰﴾

حیاک اللہ، زندہ باشی و جانِ من باشی!

میں کہ آشفتہ سری اور شوریدہ مزاجی کے باعث کسی سے ملنے کو تیار نہ ہوتا تھا، اب میری خوش طالعی اور خوش بختی سے معاملہ خس و خاشاک سے آن پڑا ہے؛ مگر خدا جانتا ہے کہ اس زحمت اور نفس گدازی کو اس پر ترجیح دیتا ہوں کہ جھوٹی کہانیاں گھڑ کے انھیں سچ کی طرح پیش کروں (۲) وہ چند سانسیں، جو بارگاہِ ایزدی سے مجھے ودیعت ہوئی ہیں، یہ انھی کی سزا ہے کہ اس قسم کے کام کرنے پڑ رہے ہیں۔ نہیں معلوم کہ دوسرے میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں، البتہ میں خود یکسو ہوں۔ اگر کبھی بخت نے یاوری کی تو (اِن شاء اللہ) پھر وہی بن کر دکھاؤں گا، جو تھا۔ (قرق) امینی کے دوران میں نے دن رات ایک کر دیا اور سخت مشقت سے کام لیا۔ ہر چند میں نے اس کام میں بہت عرق ریزی کی اور اس میں مجھے ہر کس و ناکس سے تعلق بھی رکھنا پڑا، مگر بایں ہمہ کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور خواہی نخواہی اس سے دستبردار ہونا پڑا۔ (۳) مجھے تقرر نامہ ہی نہیں دیا گیا، ایسے میں سندِ کارگزاری کا کیا ذکر! استغفر اللہ! بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ میری خیرہ سری جادۂ راہ صبر سے دور لے گئی۔ بات یہیں ختم کرتا ہوں۔

شبلی نعمانی

اعظم گڑھ

۲۵/ اگست ۱۸۸۲ء

---

(۱) مولوی محمد سمیع علامہ شبلی کے ابتدائی اور عزیز شاگردوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ علامہ شبلی سے ان کی محبت مثالی تھی۔ ان کے نام شبلی کے ستاون اردو اور گیارہ فارسی خطوط دستیاب ہوئے ہیں۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد جون ۱۹۰۰ء میں شبلی کا دوسرا عقد انھی کی ماموں زاد بہن سے ہوا تھا۔ (۲) یعنی وکالت۔ (سید سلیمان ندوی) (۳) دو ماہ تک امینی کی تھی، چونکہ طبیعت کو اس قسم کے کاموں سے مناسبت نہ تھی، پریشانِ حال تھے۔ (سید سلیمان ندوی)

Scanned by CamScanner

﴿۲۱﴾

برادرِ عزیز رئیس بن الرئیس مولوی محمد سمیع نقول نویس!

السلام علیکم۔ برخوردار عبدالغفار نے داعی اجل کو لبیک کہا اور دوستوں کے دلوں پر داغ جدائی چھوڑ گیا۔ اس غم سے کلیجا منہ کو آتا ہے اور دل سنبھالے نہیں سنبھلتا، مگر حکم الٰہی کے سامنے کوئی چارہ نہیں۔ ہلکان نہیں ہونا چاہیے، کل تعطیل ہے؛ اگر تم تعزیت کے لیے یہاں آنا چاہتے ہو تو جمعرات کو آؤ۔

محترم چچا جان شیخ عجیب اللہ صاحب بخار میں مبتلا ہیں اور بند بند میں درد محسوس کرتے ہیں۔ عزیزی علی احمد کو بھی اس واقعہ سے آگاہ کر دینا۔

والسلام

شبلی

۱۴/ اکتوبر ۱۸۸۲ء

﴿۲۲﴾

چنان ز جور عزیزان مرا جگر خستست
کہ بہر چارۂ غم پیش دشمنان رفتم
چہ سود نرد دغا باختن بہ ہم چو منے
کہ خود ز دست جفائے فلک ز جان رفتم

عزیز دلبند من!

حیاک اللہ۔ اس سے پہلے جو خط بھیجا تھا، وہ سراسر حدیث غم پر مشتمل تھا۔ شاید تمھیں معلوم نہیں کہ سب فلک کج رفتار کے مظالم کی فریاد تھی۔ ہر کسی کو دشمن سے تکلیف پہنچتی ہے، مگر بدقسمتی سے میری تکلیف کا سبب میرے بدخو دوست ہیں۔ انصاف کی کہنا، جب دوست ہی دغا دینے لگیں تو زندہ رہنا اور پل بھر کو آرام کرنا کیسے نصیب ہو سکتا ہے! اس پر ایک تازہ حادثے نے تو میرے دل کو چھلنی کر کے رکھ دیا۔ کوئی نہیں، جس سے دردِ دل کہا جا سکے۔ افسوس کہ اپنی سادہ دلی سے میں نے ایک ناکس سے انصاف کی امید کی، جس نے اپنی چرب زبانی سے مجھے فریفتہ کر لیا

Scanned by CamScanner

اور پھر دھوکا دیا۔

میں ناحق یہ غم سنانے بیٹھ گیا اور جو بات تم سے کہنا تھی، وہ بھول گیا؛ وہ یہ کہ تم یہاں آؤ تو شاید میں مل نہ سکوں، تم بندول ہی آ جاؤ۔ دیکھو، بھول نہ جانا کہ ایسا کرنا تم جیسے دوستوں کو زیب نہیں دیتا۔

الخاطی

الشبلی النعمانی الجانی (۱)

﴿۲۳﴾

منم آن قطرہ کہ صد سینہ و دل کردم داغ
تا ز نوکِ مژہ غلطیدہ بداماں رفتم

اے سمیع!

تمھارا خط پہنچا، اگر تو مجھ پر اور میرے حال پر رویا تو غم نہ کرو، کیونکہ خود میرا دل اس غم میں خون ہو گیا ہے۔ ناخنِ غم نے دل کے ٹکڑے کر دیے اور خارِ اندیشہ نے مغز جاں کے لیے نشتر کا کام کیا؛ مگر کیا کیا جائے کہ فلک مردم ناشناس ہے اور لوگ انسانیت سے عاری۔ اگر میں خود اپنی تعریف کروں تو یہ اپنے منہ میاں مٹھو بننے والی بات ہے، البتہ اتنا کہے بغیر چارہ نہیں کہ یہاں کوئی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں اور کس ہنر میں یکتا ہوں۔ خود انصاف کرو کہ جو لوگ خار اور پھول، نور اور نار کو برابر خیال کرتے ہیں اور سبک رو اور بے قیمت گھوڑے کو برابر سمجھتے ہوں، ایسوں میں کیسے زندگی گزاری جائے۔ (تا بخر دی بیتی از غالب یاد گرفتہ و دیدہ نازک کردہ کہ من سخن گوے آتش زبان ہستم۔ کذا) ایک بے مایہ شخص حدیث کے چند الفاظ زبان سے ادا کرتا ہے اور ابرو پر گرہ ڈال کر دعویٰ کرتا ہے کہ وہ فن حدیث میں محقق کے درجے پر فائز ہے۔

حیف! ان لوگوں پر، جو خوابِ غفلت میں مبتلا ہیں۔ یہ خود جھوٹے ہیں اور جھوٹوں سے الجھتے ہیں۔ اب اس معاملے سے قلم کو روکتا ہوں؛ داستان طولانی ہے، لیکن رات مختصر۔

(۱) تاریخ تحریر معلوم نہیں ہو سکی۔

Scanned by CamScanner

اب کچھ حالات وواقعات کی طرف آتا ہوں اور کچھ اپنے بارے میں لکھتا ہوں۔

حضرت مولانا فیض الحسن کے خطوط پے در پے موصول ہوئے ہیں۔ کتاب جمہرۃ العرب (۱) جناب مولوی محمد فاروق صاحب سے لے کر مجھے مطلع کرو۔

محمد عثمان دو تین ہفتے تک میرے پاس نہیں آسکے گا، اس لیے سبق کسی سے لے لیا کرے۔ کتاب متکبر حکیم حفیظ اللہ صاحب سے لے کر کتب خانے میں رکھ دو۔

مزید کیا لکھوں، بخدمت قبلہ وکعبہ حافظ حبیب اللہ خاں صاحب، منشی خدا بخش صاحب، حافظ حسن علی صاحب، باعثِ فخر حضرت مولوی محمد سلیم صاحب اور دیگر بزرگوں کو آداب وتسلیم اور عزیزی محمد اسحاق کو سلام ودعا۔

تھیکر کمپنی (کلکتہ)، جس سے عزیزی مہدی نے سلم الادب (۲) اور انگریزی کتابیں منگوائی تھیں، اس کا پتا مہدی سے اور اگر وہ وہاں نہ ہو تو ماسٹر صاحب سے یا مسٹر منوہر داس سے انگریزی میں لکھوا کر فوراً چچا جان مجیب اللہ صاحب کو کلکتہ بھیج دو، کیونکہ چچا جان کو مذکورہ کمپنی کا پتا معلوم نہیں۔

محمد شبلی نعمانی (۳)

(یہ خط اغیار کے ہاتھ نہ لگے، ورنہ حاشیہ آرائی کریں گے، آوازے کسیں گے اور زچ کرنے کی کوشش کریں گے۔)

○○○

---

(۱) علامہ شبلی شعرائے جاہلیت کے قصائد کی کتاب جمہرۃ العرب مولانا فیض الحسن صاحب سے پڑھنے کے لیے لائے تھے، پھر مولانا فاروق چریا کوٹی نے ان سے مستعار لے لی تھی، اسی کی واپسی کا تقاضا ہے۔
(۲) کریم الدین کی عربی کتاب سلم الادب (مطبوعہ ۱۸۶۸ء)۔ (۳) تاریخ تحریر معلوم نہیں ہوسکی۔

Scanned by CamScanner

﴿۲۴﴾

محمد سمیع!

تمھارا خط پہنچا، محض فضولیات کا پلندہ ہے۔ اگر کام تعطیل پر موقوف ہے تو ہولی قریب ہے۔ تم تو خود کسی کام کے نہیں اور جہاں تک میرا معاملہ ہے تو محمد کے سامنے میری سچائی کی پونجی بے معنی ہے۔ یہ خدا بخش وہی شخص ہے، جس نے میرے رسالے کی کتابت کی تھی اور اب تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

عم مکرم شیخ مجیب اللہ کا معاملہ سخت تعجب انگیز ہے۔ انھوں نے اسکات المعتدی (۱) کی طباعت کی ذمہ داری لی تھی، اب صورتِ حال یہ ہے کہ حافظ حسرت کی بقایا رقم کی بھی ادائیگی نہیں ہوسکی، جب کہ اسکات کے نسخے بھی پہنچنے والے ہیں۔

تم تو خود وہاں مصروف ہو، میرے پاس کیسے آسکتے ہو؟ بیوی کے انتقال سے تم پریشان ہوگئے ہو۔ غم نہ کرنا، یہ بھی قسمت کا کھیل ہے کہ ع:

یکے ہمی رود و دیگرے ہمے آید

دوستوں اور عزیزوں کی خدمت میں میرا اسلام قبول ہو۔

والسلام

محمد شبلی نعمانی (۲)

○○○

---

(۱) قرأتِ فاتحہ کے باب میں مولانا کا ایک عربی رسالہ مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کے جواب میں۔ (سید سلیمان ندوی) (۲) اسکات المعتدی ۱۸۸۰ء میں شائع ہوئی اور خط کی رو سے اس کے نسخے بھی پہنچنے والے تھے، جس سے خط کا ۱۸۸۰ء میں لکھا جانا قرین قیاس ہے۔

Scanned by CamScanner

﴿۲۵﴾

عزیز دلبند من، مولوی محمد سمیع سلمہٗ۔ السلام علیکم!

صبر کا دامن چھوڑنے اور آسمان سے جھگڑنے میں نہ کوئی فائدہ اور نہ اس کا کوئی حاصل، چنانچہ اس موضوع پر میں نے ہونٹ سی لیے، دل کو سمجھا لیا اور صبر کے گھٹنوں پر سر رکھ کر بیٹھ گیا۔

چند روز پہلے تک میں ڈپٹی صاحب کے گھر پر ہی تھا۔ ابھی دو تین روز ہوئے، ایک بہت اچھا مکان پانچ روپے ماہانہ کرایے پر لے لیا ہے۔ مکان اگرچہ کالج (۱) سے کافی دور ہے، مگر کیا جائے، اس سے قریب تر (مکان ملنے کا) کوئی امکان نہیں تھا۔

آج کل درۂ نادرہ (۲) اور (دیوانِ) عرفی کا درس دے رہا ہوں۔ یہاں مجھے میرزا صائب کا ایک رزمیہ ہاتھ لگا ہے، مگر افسوس کہ دو ورق سے زیادہ نہیں۔

آج کالج میں تعطیل ہے، کیونکہ سر سالار جنگ بہادر فوت ہو گئے ہیں، جن کی تربیت کی برکت سے ریاست حیدرآباد نے نظم و نسق میں کے اعتبار سے تمام ریاستوں پر سبقت حاصل کی۔ افسوس کہ سجی سجائی محفل اجڑ گئی اور ابتری کا شکار ہو گئی۔

یہاں سب دوست خیریت سے ہیں اور آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔

شبلی نعمانی

علی گڑھ

۱۰ر فروری ۱۸۸۳ء

○○○

(۱) محمڈن کالج۔ (سید سلیمان ندوی) (۲) درہ نادرہ نادر شاہ (۱۷۳۶ء-۱۷۴۷ء) کے مخصوص منشی و مؤرخ میرزا مہدی خاں استرآبادی (متوفی ۱۷۵۹ء) کی تالیف ہے۔

Scanned by CamScanner

﴿۲۶﴾

عزیز دلبند مولوی محمد سمیع!

حیاک اللہ۔ تمھارا خط پہنچا، آنکھیں بھر آئیں۔ جیسا کہ تم نے لکھا ہے، جوں جوں زمانۂ فراق بڑھتا جاتا ہے، دل کو صبر آتا جاتا ہے۔ جہاں تک میرا معاملہ ہے، تم جانتے ہی ہو کہ جو دن طلوع ہوتا ہے، درد و غم میں اضافے کا باعث بنتا ہے، لیکن کیا کیا جا سکتا ہے کہ کام کئی ایک درپیش ہیں اور زمامِ اختیار میرے ہاتھ میں نہیں۔ میں جو یہاں ٹھہرا ہوا ہوں اور اس ذلت کو برداشت کر رہا ہوں، نہیں معلوم کہ قضا و قدر کو کیا منظور ہے۔ (۱) چونکہ یہ قصہ طویل ہے، اس لیے اس ہرزہ سرائی کے بجائے اب اصل بات کی طرف آتا ہوں کہ نجدیوں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے اور حیران ہوں کہ برادرِ مکرم مولوی فقیر اللہ صاحب نے بھی ان کا کچھ تدارک کیوں نہیں کیا۔

میں تو ان شاء اللہ مئی ۱۸۸۳ء کے اواخر تک وہاں پہنچ سکوں گا، البتہ صائب کے رزمیہ، سلیم قلی اور طالب آملی کے قصائد جلد ہی تمھیں مل جائیں گے۔

عبدالغفور، عثمان اور اسحاق خیریت سے ہیں اور انگریزی و فارسی و عربی سیکھ رہے ہیں۔ میری فارسی بیاض، جس کا ظاہر بیت المقدس کی طرح اَبتر اور اندرون کسی حسینہ کے رخساروں سے زیادہ دلکش ہے؛ پوری کوشش کر کے تلاش کرواو اگر مل جائے تو فوراً مجھے بھیج دو۔ دیکھو، اس کام کو معمولی نہ خیال کرنا اور اس میں تاخیر نہ کرنا۔

سب دوستوں کو میری طرف سے سلامِ شوق کہنا۔ چونکہ یہ خط کالج میں بیٹھا لکھ رہا ہوں، اس لیے مفصل نہیں لکھ سکتا۔

والسلام

شبلی نعمانی

مدرسۃ العلوم

۲۱ر فروری ۱۸۸۳ء

○○○

(۱) مولانا علی گڑھ کالج کی فارسی مدرسی کی خدمت سے خوش نہ تھے۔ (سید سلیمان ندوی)

Scanned by CamScanner

﴿۲۷﴾

شبلیِ خستہ ز غربت بوطن مے آید
یا مگر مرغِ چمن سوے چمن مے آید

میں ۲۴ رمئی ۱۸۸۳ء کو یہاں سے رخت سفر باندھوں گا اور خدا نے چاہا تو ۲۷ رمئی تک عزیزانِ وطن سے آن ملوں گا۔ کچھ دیر لکھنؤ میں رکنا چاہتا ہوں، صرف اسحاق اور نصیر ہی میرے ساتھ ہوں گے۔

نیرنگِ خیال نظر نواز ہوئی ہے اور عجب نہیں کہ میں تمھارے لیے تحفتہً لیتا آؤں۔ کتاب کچھ ایسی خاص نہیں۔ مولوی محمد حسین آزاد نے آبِ حیات کی تازہ اشاعت میں کچھ اضافہ کیا ہے۔ نئی اشاعت میں میرزا دبیر، میر انیس، میر حسن اور مومن خاں مومن کے حالات بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

یہاں پر ایک مشاعرہ منعقد کیا جا رہا ہے، احباب کے اصرار پر ایک غزل ہو گئی ہے، ساتھ لاؤں گا۔

گذشتہ دنوں کثرتِ کار کی وجہ سے دوستوں کو خط نہ لکھ سکا، اس تقصیر کی عذر خواہی کے لیے خود ہی پہنچ رہا ہوں۔

شبلی نعمانی
۲۰ رمئی ۱۸۸۳ء

○○○

Scanned by CamScanner

﴿۲۸﴾

محمد سمیع!

کمزوری اتنی ہے کہ قلم پکڑنا بھی محال ہے، ایسے میں لکھنے کا حق، جو کراں تا بکراں ہے، کیسے ادا ہوسکتا ہے! خط پر خط لکھے، لیکن جواب سے محروم رہا۔ پندرہ دن ہو چکے، بخار ہے کہ ٹوٹنے کا نام نہیں لیتا۔

ایف اے (کے نصاب) کی تلاش میں بڑی کوشش کی ہے..... درمیانہ خواستۂ کردگار چیست؟

عبدالغفور سے کہنا کہ مڈل کی سطح پر تدریس عربی کی منظوری نہیں مل سکی، لہٰذا فارسی سیکھنی چاہیے۔ جو نمونہ جا رہا ہے، ویسا ہی ایک سنگی دوطاقہ حاصل کر کے جلد از جلد بھیج دیا جائے، پہنچتے ہی قیمت بھیج دی جائے گی۔ اگر ڈاک خرچ زیادہ نہ ہو تو ویلیو ایبل کا طریقہ اختیار کیا جائے۔

میں اپنا ششماہی چندہ جلد بھیج دوں گا۔ عبدالغفور کے خط سے پتا چلا ہے کہ نیشنل اسکول میں تین چار نئے طلبہ نے داخلہ لیا ہے، اُن کے نام ونسب بھی مجھے لکھ بھیجو۔

والسلام

شبلی

۱۶ر ستمبر ۱۸۸۴ء

○○○

Scanned by CamScanner

﴿۲۹﴾

عزیزی!

حامد نے اپنی بنی بر دروغ سادگی سے مجھے یوں فریفتہ کیا کہ میں نے اس کی عادات کا کبھی بغور جائزہ ہی نہ لیا، لیکن اس دوران میں حالات سے یکبارگی پردہ اُٹھ گیا تو اندازہ ہوا کہ اس تیرہ بخت بدترین نوجوان نے حدیں پار کر لی ہیں؛ تاہم میں چپ رہا اور ضبط کر گیا۔(۱)

جونپور کے طبیب اس مرض کے علاج میں مہارت رکھتے ہیں تو بہت خوب، ورنہ مجھے اطلاع دو، تاکہ میں کوئی تدبیر سوچوں۔

اگرچہ حامد سے میرا محبت کا رشتہ بالکل منقطع ہو گیا ہے اور میں اسے اپنے پاس بلانا بھی نہیں چاہتا، لیکن چونکہ دونوں گھروں کا یہی ایک چراغ ہے، اس لیے علاج معالجہ ضروری ہے؛ تاہم معلوم کرنا چاہیے کہ وہ بدبخت اپنے کیے پر پشیمان ہے یا مزید شوخ اور خیرہ سر ہو گیا ہے۔

بیمار ہوں اور لکھنؤ کے اطبا سے علاج کروا رہا ہوں۔

والسلام

شبلی نعمانی

مکان خواجہ عزیز الدین صاحب، لکھنؤ

۱۸/ اگست ۱۸۹۸ء

○○○

(۱) ۱۸۹۸ء میں شبلی بیمار ہوئے اور یہ علالت اس قدر تشویش ناک صورت اختیار کر گئی کہ انھوں نے وصیت تک لکھوا دی۔ اگرچہ پہلی بیوی کی رحلت کے بعد شبلی نے مجرد زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا تھا، لیکن وقفوں وقفوں سے بیماری کے حملوں کے بعد ان کے معالج ڈاکٹر مصطفیٰ خاں نے انھیں دوسری شادی کا مشورہ دیا۔ شبلی کے اس فیصلے پر ان کے فرزند حامد حسن نعمانی (۱۸۸۰-۱۹۴۲ء) والد سے ناراض ہو کر گھر سے چلے گئے تھے۔

Scanned by CamScanner

﴿۳۰﴾

عزیزی!

بدقسمتی سے حامد شدید بیمار ہو گیا ہے۔ چونکہ تمھارے سوا مجھے نہ کسی پر اعتبار ہے اور نہ کوئی میرا محرم اسرار، اس لیے اسے تمھارے پاس بھیج رہا ہوں۔ جس قدر تمھارے بس میں ہے، اس کے علاج میں تگ و دو کرو۔ دوا کے مصارف اور اطبا کے حوالے سے جو کچھ خرچ آئے، مجھ سے طلب کیا جائے۔ افسوس، افسوس۔

شبلی

ندوۃ العلما، کانپور(۱)

○○○

(۱) چونکہ یہ خط پچھلے خط سے متصل معلوم ہوتا ہے، اس لیے اس (اگست ۱۸۹۸ء) کے کچھ ہی عرصے بعد لکھا گیا ہوگا۔

Scanned by CamScanner

# بنام اکبر صاحب (۱)

﴿۳۱﴾

اکبر، اے راحتِ جان و دل من!

شبلی آشفتہ کا سلام و دعا۔ اطمینان رکھو، جلد ہی امید بر آئے گی۔ ولی محمد اور محمد عمر سے، جو کہ مجھے بہت پیارے ہیں، بے حد شرمسار ہوں؛ وہ تو کہتے ہوں گے، ایسا گیا کہ وعدے بھی بھول گیا۔ خدا جانتا ہے کہ میرے خلوص میں کوئی کمی نہیں ہوئی، مگر تقدیر سے کیا مقابلہ! مشیت کے سامنے کون دم مار سکتا ہے! مجھے مہدی سے زیادہ کون عزیز ہو سکتا ہے، مگر وہ بھی دوری کی وجہ سے کسی کام نہیں آ سکتا۔ (۲) یہاں نہ رہائش کا اچھا انتظام ہے اور نہ خوراک کا، میں تو جیسے تیسے گزر بسر کر رہا ہوں۔ اگر اکبر یہاں آتا تو وہ بھی میرا شریک ہوتا۔ اللہ میرے لیے آسانیاں پیدا کر دے۔

اے راحت دل، اکبر! تو نے جو نوید لکھنے کو دی ہے، وہ نثر میں ہو یا نظم میں اور پھر نظم فارسی میں ہو یا اردو میں؟ اگر یہاں (علی گڑھ) آنے کا خیال ہے تو نحو میر (۳) تم نے جتنی پڑھی ہے اور اُس وقت تک جتنی پڑھ چکو، ازبر کر کے آنا اور اسی طرح فصولِ اکبری (۴) بھی۔ جونپور یا غازی پور جانے کا ارادہ مناسب نہیں ہے۔ آج کل شفیق استاد کا ملنا، جو صرف اور نحو دونوں پڑھاتا ہو، بہت محال ہے۔ ہر جگہ تو یوسف و شبلی نہیں ملتے۔ خدایا! وہ دن دکھا کہ میں اور اکبر ایک دوسرے کے غم بانٹ سکیں۔ آمین، الدعا۔

منشی صاحب، بھائی صاحب، حافظ حسن علی صاحب، حکیم صاحب اور دیگر صاحبان کو سلام۔ دخترِ نصیر اور سمیع کو سلام و دعا۔

(شبلی نعمانی)

○○○

Scanned by CamScanner

(۱) مکتوب الیہ علامہ کے ہم وطن اور ان کے عزیزوں یا شاگردوں میں سے تھے۔ سید سلیمان ندوی نے ۱۸۷۸ء سے ۱۸۸۲ء کے دوران میں شبلی کے مشاغل کے بارے میں شاہ منیر عالم غازی پوری کے حوالے سے لکھا ہے کہ "تکمیل (تعلیم) سے فراغت کے بعد انھوں (شبلی) نے دو برس درس و تدریس اور مناظرہ و تلقین میں بسر کیے"۔ (حیاتِ شبلی، ص ۱۰۸) مولوی حکیم محمد عمر کے نام شبلی کے ۱۸۷۷ء میں لکھے گئے ایک خط (فارسی مکتوب ۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو حماسہ پڑھایا کرتے تھے۔ سید سلیمان ندوی کا کہنا ہے کہ معلوم نہیں، حماسہ کس کو پڑھاتے تھے، اکبر صاحب اور عثمان صاحب وغیرہ بعض دوسرے عزیزوں کو بھی اُس زمانے میں کچھ نہ کچھ پڑھایا کرتے تھے۔ (حیاتِ شبلی، ص ۱۰۸) اکبر صاحب کے بارے میں مزید معلومات دستیاب نہیں ہو سکیں۔

(۲) اس خط میں مہدی سے دوری کا ذکر ہے۔ علی گڑھ میں شبلی کی تقرری کے وقت مہدی وہیں زیرِ تعلیم تھے، البتہ اس سے قبل بستی میں وکالت اور قرق امینی کی ملازمت یا نیل کے کارخانوں کی نگرانی کے زمانے (۱۸۸۱-۱۸۸۲ء) میں وہ یقیناً مہدی سے دور تھے۔ قرق امینی کی ملازمت کے دِنوں میں بالخصوص رہائش و خوراک کے معاملے میں شبلی کو شدید مشکلات کا سامنا تھا، جن کا ذکر فارسی مکتوب ۱۴ کے ایک حاشیے میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ غالب امکان یہی ہے کہ خط مذکورہ بالا دو برسوں کے دَوران میں لکھا گیا ہوگا۔

(۳) عربی قواعدِ لغت کی مبادیات سے متعلق میر سید شریف جرجانی (۱۳۳۹ء-۱۴۱۴ء) کی تالیف نحو میر درسِ نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔

(۴) اصولِ حدیث سے متعلق شیخ علی اکبر بن الحسینی کی عربی تصنیف فصولِ اکبری درسِ نظامی کے درجہ دوم کے نصاب میں شامل ہے۔

Scanned by CamScanner

# بنام جناب فرحت احمد صاحب (۱)

﴿۳۲﴾

مبارک ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ تمھارا چھوٹا بھائی مہدی حسن ایف اے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ جیسے ہی میں علی گڑھ پہنچتا، تم وہاں پہنچ چکے ہوتے۔ میری آمد کی خبر سنتے ہی دوڑے چلے آتے، خوشی کے مارے تمھارے منہ سے بات نہ نکل رہی ہوتی، تمھارے دل کی حالت تمھارے تبسم سے ظاہر ہو رہی ہوتی اور پھر بے ساختہ تمھارے منہ سے نکلتا کہ بھائی مہدی حسن پاس ہوگیا۔ تم تیزی سے دو تین قدم آگے بڑھتے اور میرے سینے سے لگ جاتے اور پوچھتے کہ ہاں، (مہدی کے) پاس ہونے پر میری مٹھائی کہاں ہے؟ میں کہتا کہ تمھارے ہونٹوں پر۔ پھر دوستوں کی محفل آراستہ ہوتی اور خوب گپ شپ ہوتی۔ خدایا! ایسا ہی ہو۔ ایک بار پھر مبارک باد۔

ایک بار پھر مبارک باد۔

ایں نامہ را نزد خود نگاہ باید داشت

تمھارا ایک ادنیٰ چاہنے والا
شبلی نعمانی

۲۳ر جون ۱۸۸۴ء

○○○

---

(۱) مکتوب الیہ فرحت احمد علامہ شبلی کے چچازاد بھائی تھے۔

Scanned by CamScanner

# بنام ہز ہائینس آغا خاں بالقابہ(۱)

﴿۳۳﴾

بخدمت جناب عالی مرتبت، ابقاکم اللہ تعالیٰ۔

آپ کے ارشاد کے مطابق، جملہ ارکانِ ندوہ آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ کل یا پرسوں کا کوئی وقت متعین فرما دیجیے، تاکہ ندوہ کے طلبہ آپ کے سامنے اپنی قابلیت اور استعداد کا مظاہرہ کر سکیں۔ اس بہانے اراکین ندوہ اور عمائدینِ شہر بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہو سکیں گے۔ شبلی نعمانی

---

(۱) جنوری کے اواخر میں مولانا شبلی وقف اولاد کے مسئلے کو دہلی میں منعقدہ مسلم لیگ کے ایک جلسے میں پیش کرنے گئے تو دیگر اکابر کے ساتھ ساتھ سر آغا خاں سے بھی ملے۔ مولانا نے ندوہ سے متعلق ان سے مشاورت کی اور خواہش ظاہر کی کہ وہ کلکتہ جاتے ہوئے لکھنؤ تشریف لائیں اور ندوہ کو دیکھتے جائیں۔ سر آغا خاں ۳۱ر جنوری ۱۹۱۰ء کو لکھنؤ پہنچے، چنانچہ یہ خط ۳۱ر جنوری سے ۲ر فروری تک کے دِنوں میں تاریخ کے تعین کے لیے لکھا گیا۔ سر آغا خاں ۳ر فروری ۱۹۱۰ء کو ۱۲ر بجے دوپہر وہاں پہنچے تو پانچ سو کے قریب چیدہ احباب ان کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ ندوہ کے طلبہ کی صلاحیتوں کو جانچنے کے لیے سر آغا خاں نے طلبہ کے لیے موضوع خود منتخب کیے، جن پر انھوں نے عربی زبان میں برجستہ تقریریں کیں۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ سر آغا خاں نے دارالعلوم کے مقاصد اور تعلیم کی تعریف کی اور فرمایا کہ ندوہ کی تعلیم کے سلسلے تمام ہندوستان میں پھیلنے چاہئیں، تاکہ مذہبی گروہ میں یہ روشن خالی پیدا ہو جائے۔ یہ بھی فرمایا کہ طلبہ کو جدید تعلیم کی تکمیل کے لیے یورپ کی یونیورسٹیوں میں بھیجنا چاہیے اور جس طرح یہودی اور عیسائی پیشوایانِ مذہب علومِ جدیدہ کو مذہب کی حمایت کے لیے سیکھتے ہیں، علماے اسلام کو بھی اسی طرح سیکھنا چاہیے، تاکہ (وہ) جدید تعلیم یافتہ گروہ پر اپنا مذہبی اثر ڈال سکیں اور ان کی رہبری کر سکیں۔ آخر میں فرمایا کہ 'میں ہمیشہ ندوہ کا معین و مؤید رہوں گا' اور پانچ سو (روپے) سالانہ کی امداد منظور کی۔ (حیاتِ شبلی، ص ۳۸۸)

Scanned by CamScanner

# اردو ترجمہ عربی مکاتیب شبلی

Scanned by CamScanner

## بنام نامعلوم (۱)

﴿ ۱ ﴾

سلام علیکم.....دیوان الصبابہ (۲) آپ تک پہنچ رہا ہے، البتہ میں فی الحال حاضرِ خدمت نہیں ہوسکوں گا۔ اس کا سبب یہ نہیں کہ میں لایعنی کاموں میں مصروف ہوگیا ہوں یا میری ہمت جواب دے گئی یا میں دنیا دنیہ کی طرف متوجہ ہوکر علم وادب کے میدان میں تحصیل کمال سے غافل ہوگیا؛ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ بحمداللہ، جب سے میں نے آنکھ کھولی ہے، علم وفضل کے حصول کی خواہش میرے خون میں رچی بسی ہے؛ جیوں یا مروں، اِن شاءاللہ مجھ سے جدا نہ ہوگی؛ بلکہ (میرے حاضر نہ ہوسکنے کا اصل سبب) یہ رذیل ملازمت (۳) ہے۔ میں اپنی حالت کے بارے میں غور کرتا ہوں تو اس کے نتیجے میں حزن وملال مزید بڑھ جاتا ہے، پس انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ تو صریح ظلم اور زیادتی ہے۔ فصبر جمیل وھو حسبی ونعم الوکیل۔

ش۔نعمانی (۴)

○○○

(۱) مکتوب الیہ کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ (۲) ابن ابی حجلہ تلمسانی حنفی (المتوفی ۷۷۶ھ) کی ایک تالیف کا نام، اس میں اس نے عرب عشاق کے واقعات اور عشق و محبت کی لطیف عربی نظمیں اور غزلیں جمع کی ہیں۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مولانا شبلی کے پاس تھا، جو اس وقت (۱۹۴۳ء) دارالمصنفین میں ہے۔ اس دیوان کے اوراق میں مولانا کے دست خاص کا ایک عربی خط (درج بالا) کسی کے نام لکھا ہوا رہ گیا ہے۔ (حیات شبلی، ص ۱۱۶)۔ (۳) سید سلیمان ندوی نے اس 'هٰذا العهدة الرذيله' سے مراد 'امانت یا وکالت' لیا ہے۔ شبلی نے وکالت ۱۸۸۱ء میں اعظم گڑھ میں شروع کی، البتہ وسط ۱۸۸۲ء سے آخر ۱۸۸۲ء تک پہلے قرق امینی اور پھر نیل کے کارخانوں میں کام کی نگرانی کی، ۱۸۸۲ء کے اواخر میں مولوی محمد کامل ولید پوری انھیں وکالت کے لیے بستی لے گئے۔ چونکہ وکالت کو ملازمت یا عہدہ نہیں کہہ سکتے، چنانچہ گمان غالب یہ ہے کہ یہاں حقیر ملازمت سے مراد قرق امینی یا پھر نیل کے کارخانوں میں کام کی نگرانی ہی ہو سکتا ہے۔ (۴) سید سلیمان ندوی کے خیال میں یہ خط غالباً ۱۸۸۱ء یا ۱۸۸۲ء کا ہے، کیونکہ مولوی محمد عمر صاحب کی بیاض دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ 'ش نعمانی' کے دستخط وہ اسی زمانے میں کرتے تھے۔ (حیات شبلی، ص ۱۱۷) چونکہ حاشیہ ۳ کے مطابق اس خط کے مندرجات کا تعلق ۱۸۸۲ء کے نصف آخر سے ہے، اس لیے اس کا زمانۂ تحریر یہی دور ہو سکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

# بنام نواب سید علی حسن خان صاحب

﴿۲﴾

نمی دانم حدیث نامہ چون است
ہمیں دانم کہ عنوانش بہ خون است

ملت کی بنیادیں ہل گئیں، یعنی سر سید احمد خاں بہادر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ یہ سانحہ اتوار ۲۷/ مارچ کو رونما ہوا، جس سے قومی یکجہتی کا شیرازہ بکھر گیا۔ ایک مدت تک میں اپنے معمولات جاری نہ رکھ سکوں گا۔

والسلام
شبلی نعمانی
علی گڑھ
۲۹/ مارچ ۱۸۹۸ء

○○○

Scanned by CamScanner

# بنام مولوی سید عبدالحی صاحب (۱)

﴿۳﴾

جو بات میرے نزدیک زیادہ اہم ہے، وہ نائب ندوہ (۲) کی معزولی اور ندوہ کی اس بوجھ سے سبکدوشی ہے۔ جب یہ مقصد حاصل ہو جائے تو پھر کسی سے کوئی لڑائی جھگڑا نہیں اور جہاں تک خطا کار طلبہ کے اخراج کا تعلق ہے تو اس سے چارہ نہیں، لیکن یہ قضیہ لکھنؤ واپسی کے بعد ہی طے ہو سکتا ہے۔

شبلی

۷ر جنوری ۱۹۰۶ء

○○○

Scanned by CamScanner

(۱) بلند پایہ عالم، مؤرخ اور بعد میں ندوہ کے ناظم۔ مولانا عبدالحی (المتوفی ۲ر فروری ۱۹۱۳ء) کے نام علامہ شبلی کے چار اردو (تین مکاتیب شبلی جلد اول، ایک مکتوباتِ شبلی) بھی دستیاب ہوئے ہیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی انہی کے صاحب زادے تھے۔ (۲) ندوہ میں شبلی کے شدید ترین مخالف مولانا خلیل الرحمٰن سہارنپوری (المتوفی ۴ر فروری ۱۹۳۶ء) شبلی کے استاد مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے فرزند تھے۔ ندوہ میں شبلی کے مستقل قیام کے ارادے کا سن کر نواب محسن الملک نے انھیں خبردار کیا تھا کہ 'ندوہ کی اس کسمپرسی کی حالت میں تو کوئی شخص آپ کا مزاحم نہ ہوگا، لیکن جب ترقی کے آثار نمایاں ہوں گے تو دفعتہً تمام مولوی آپ پر ٹوٹ پڑیں گے اور آمادۂ مخالفت ہوں گے'۔ مولانا خلیل الرحمٰن اگرچہ شبلی کے استاد بھائی تھے، لیکن انھوں نے شبلی کی مخالفت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ مولانا خلیل الرحمٰن، جو ندوہ میں نائب ناظم تھے، ناظم کا عہدہ خالی ہونے کی وجہ سے خود کو قائم مقام ناظم سمجھتے اور لکھتے تھے۔ ندوہ کی عمارت کے سنگِ بنیاد (۱۹۰۸ء) سے یہ مخالفت روز افزوں ہوگئی، حتیٰ کہ شبلی کو اپنا مدمقابل سمجھتے ہوئے انھوں نے ۱۹۰۹ء کے جلسہ انتظامیہ میں دارالعلوم کی معتمدی (یعنی عہدۂ شبلی) ختم کر دینے کی تجویز پیش کر دی، لیکن جب یہ تجویز منظور نہ ہوئی تو انھوں نے ۱۹۱۰ء کے جلسہ انتظامیہ میں دارالعلوم کے طلبہ کی عدم مذہبی پابندی کی تحقیقات پر ایک کمیشن قائم کرنے کی قرارداد پیش کر دی، جسے منظور کر لیا گیا۔ مخالفین نے مزید اضافہ یہ کیا کہ معاملہ زیر بحث میں معتمد دارالعلوم (شبلی) سے بھی بطور ملزم شہادت لی جائے۔ اس سلسلے میں مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے نام شبلی کے اکثر خطوط کا مطالعہ سودمند ہوگا۔ (ملاحظہ کیجیے مراسلات مرقومہ ۳۱ر اگست ۱۹۱۰ء، ۲۹ر ستمبر ۱۹۱۰ء، ۳۰ر ستمبر ۱۹۱۰ء مشمولہ مکاتیب شبلی جلد اوّل)

Scanned by CamScanner

اشاریہ

# اردو ترجمہ مکاتیب شبلی

مع حواشی و تعلیقات

کلیم صفات اصلاحی

دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

Scanned by CamScanner

# اشخاص


(الف)

آغا خاں: ۶، ۵۰

آغا محمود: ۹

ابراہیم: ۱۶

ابن حجلہ تلمسانی: ۵۳

ابوالحسن علی ندوی: ۵۶

احمد علی محدث: ۵۶

اسحاق: دیکھیے محمد اسحاق

اسلم جیراجپوری: ۳۱

اشتیاق احمد ظلی: ۷، ۹

اقبال: ۸

اکبر: ۴۷، ۴۸

الٰہی شاہ: ۲۸

(ب)

بشارت کریم: ۲۰

(ت)

تجمل حسین: ۲۰

(ج)

جمیل: ۲۳

(ح)

حافظ: ۳۰

حافظ حسرت: ۴۰

حافظ حسن علی: ۳۹

حامد: ۴۵، ۴۶

حامد حسن نعمانی: دیکھیے حامد

حبیب الرحمٰن خان شروانی: ۵۶

حبیب اللہ (شیخ، والد شبلی): ۶، ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۱۸، ۲۰، ۲۷، ۳۱

حبیب اللہ خاں: ۳۰، ۳۹

حسن علی: ۴۷

حفیظ اللہ: ۳۹

حکیم محمد عمر: ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۴۷، ۴۸

حمید: دیکھیے حمید الدین

حمید الدین: ۱۰، ۲۴، ۲۵

(خ)

خالد ندیم: ۷، ۱۰

خدا بخش (منشی): ۳۹، ۴۰

خضرؑ: ۲۲

خلیل الرحمٰن سہارنپوری: ۵۶


Scanned by CamScanner

خواجہ عزیز الدین: ۴۵

(ر)

رشید الدین انصاری: ۵

(س)

سر سالار جنگ: ۴۱

سر سید: ۱۳، ۵۴

سلامت صاحب جیراج پوری: ۳۱

سلیم قلی: ۴۲

سلیم نداوی اور سمروی: دیکھیے محمد سلیم سمروی

سمیع: دیکھیے محمد سمیع

سید سلیمان ندوی: ۵، ۶، ۸، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۹، ۲۲، ۲۳، ۲۸، ۲۹، ۳۱، ۳۴، ۳۶، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۸، ۵۰، ۵۳

سید عبدالحئ: ۵۵، ۵۶

سید علی حسن: ۵۴

(ش)

شافیہ: ۱۸

شاہ منیر عالم غازی پوری: ۴۸

شبلی: ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶

شعیب حنفی کابلی تاجوری: ۳۱

شمس بدایونی: ۸

(ص)

صائب (مرزا): ۴۱، ۴۲

(ط)

طالب آملی: ۴۲

طاہر حمید تنولی: ۸

(ظ)

ظہیر فاریابی: ۲۹

(ع)

عالیہ: ۱۸

عبدالاحد شمشاد: ۳۰، ۳۱

عبدالحلیم: ۳۵

عبدالحمید: ۵، ۱۶، ۲۶

عبدالحئ: ۲۳، ۴۰، ۵۵، ۵۶

عبدالحئ فرنگی محلی: ۳۱، ۴۰

عبدالرحیم: ۳۵

عبدالعزیز: ۳۴

عبدالغفار: ۳۷

عبدالغفور: ۲۷، ۴۲، ۴۴

عبدالمجید: ۳۵

عثمان: ۴۲، ۴۸

عثمان پاشا: ۲۱

عجیب اللہ (شیخ): ۱۰، ۱۵، ۱۶، ۳۷

Scanned by CamScanner

علی اکبر بن الحسینی: ۴۸
علی بیات: ۸
عیسیٰؑ: ۲۵
(غ)
غالب: ۵، ۸
(ف)
فرحت احمد: ۴۹
فقیر اللہ: ۲۱، ۲۳، ۲۹، ۴۲
فیض الحسن سہارنپوری: ۶، ۱۲، ۱۴، ۳۹
(ق)
قاضی محمد سلیم: ۳۲، ۳۹
قائمہ بی: ۲۰
(ک)
کالون صاحب: ۱۷، ۱۸
کرنیلوس قان دیک الامیری: ۱۹
کریم الدین: ۳۹
(گ)
گرینڈ ڈیوک نکلسن: ۲۱
(ل)
لطف الرحمٰن: ۳۴
(م)
مجیب اللہ: ۱۶، ۳۹، ۴۰
محسن الملک: ۵۶
محمد: ۳۴، ۴۰
محمد ابراہیم: ۲۶
محمد اسحاق: ۱۴، ۱۹، ۲۰، ۳۹، ۴۲
محمد افضل قادری: ۹
محمد الیاس الاعظمی: ۸
محمد امین زبیری: ۸
محمد حسین آزاد: ۴۳
محمد سلیم سمروی: ۲۱، ۲۳، ۲۹
محمد سمیع: ۵، ۱۰، ۱۶، ۲۰، ۲۷، ۲۸، ۳۰، ۳۶، ۳۷، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۴
محمد عثمان: ۲۶، ۳۹
محمد عظیم: ۳۵
محمد عمر: ۲۸، ۳۳، ۳۵، ۵۳
محمد فاروق: ۱۴، ۳۹
محمد کامل ولید پوری: ۵۳
محمد کریم (ڈپٹی): ۱۹
محمد یوسف فرنگی محلی: ۳۴
مریمؑ: ۲۵
مصطفیٰ خاں: ۴۵
منشی حسن: ۱۶
منوہر داس: ۳۹
منیر: ۲۱
مولانا فاروق: دیکھیے محمد فاروق

Scanned by CamScanner

مؤمن خاں مؤمن: ۴۳
مہدی حسن: ۱۰، ۱۴، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۶، ۲۷، ۳۹، ۴۷، ۴۸، ۴۹
مہدخاں استرآبادی: ۴۱
میر انیس: ۴۳
میر حسن: ۴۳
مرزا دبیر: ۴۳
میر سید شریف جرجانی: ۴۸

(ن)

نادرشاہ: ۴۱
ناصر خسرو قبادیانی: ۲۷
نجیب اللہ: ۱۶
نصیر: ۴۳، ۴۷
نور محمد ملتانی: ۲۱، ۳۱
نوید احمد گل: ۸

(و)

ولی محمد: ۴۷

(ہ)

ہدایت اللہ: ۲۰، ۲۳

(ی)

یوسف: ۴۷

☆☆☆

## کتب

قرآن: ۱۸

(الف)

آب حیات: ۴۳
اسکات: دیکھیے اسکات المعتدی
اسکات المعتدی علی انصات المقتدی: ۳۱، ۴۰
الایماضات الی اغلاط مصنف الاسکات: ۳۱
ایماضات: ۳۰

(ت)

تذکرہ: ۳۰
تذکرۃ المنتہی فی رد اسکات المعتدی: ۳۱
تفسیر نظام القرآن: ۲۵

(ج)

جمہرۃ العرب: ۳۹

(ح)

حماسہ: دیکھیے دیوان حماسہ
حیات شبلی: ۶، ۸، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۳۱، ۳۸، ۵۰، ۵۳

(خ)

خطوط شبلی: ۸

(د)

درۂ نادرہ: ۴۱
دیون الصبابہ: ۵۲

Scanned by CamScanner

# مقامات

(الف)

اعظم گڑھ: ۵، ۶، ۹، ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۲، ۲۸، ۳۱، ۳۳، ۳۶، ۵۳

الہ آباد: ۲۵

املو: ۳۵

انگلستان: ۲۷

(ب)

بستی: ۱۰، ۲۰، ۲۹، ۴۸

بندول: ۱۶، ۲۳، ۳۸

بیت المقدس: ۴۲

(پ)

پاکستان: ۷

پھریہا: ۳۳

(ت)

ترکی: ۲۲

(ج)

جونپور: ۱۲، ۱۳، ۲۰، ۳۴، ۴۷

(ح)

حیدرآباد: ۲۵، ۴۱

(د)

دہلی: ۵۰

دیوان حماسہ: ۲۱، ۲۲

دیوان عرفی: ۴۱

دیوان لسان الغیب یعنی دیوان حافظ شیرازی: ۱۸

(س)

سفرنامہ ناصر خسرو: ۲۶

سلم الادب: ۳۹

(ش)

شبلی کی آپ بیتی: ۷

شبلی کے نام اہل علم کے خطوط: ۸

(ف)

فصول اکبری: ۴۷، ۴۸

(ک)

کلیات شبلی (فارسی): ۵۰

کلیات مکاتیب شبلی: ۸

(گ)

گلستاں: ۱۴

(م)

متکبر: ۳۹

محیط الدائرہ: ۱۹

مکاتیب: ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۱، ۱۳، ۱۹، ۲۷، ۵۶

مکتوبات شبلی: ۸، ۵۶

(ن)

نحومیر: ۴۷، ۴۸

نیرنگ خیال: ۴۳

Scanned by CamScanner

دیناپارہ (دیناپارہ): ۲۸

دیوارا: ۱۴

دیوبند: ۲۴

(ر)

رامپور: ۱۴

روس: ۲۱، ۲۲

روم: ۲۲

(س)

سرائمیر: ۲۸

سرگودھا: ۷

سہارنپور: ۱۲، ۱۳، ۱۴

(ش)

شیراز: ۵

(ع)

۲۹، ۳۱، ۴۱، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۴

(غ)

غازی پور: ۲۸، ۳۰، ۳۱، ۴۷

(ک)

کانپور: ۴۶

کراچی: ۲۵

کلکتہ: ۱۹، ۳۹، ۵۰

(ل)

لاہور: ۶، ۱۲، ۱۳، ۱۴

لکھنؤ: ۶، ۲۱، ۲۳، ۴۳، ۴۵، ۵۰، ۵۵

لندن: ۱۴، ۱۸

(ہ)

ہندوستان: ۲۲، ۵۰

(ی)

علی گڑھ: ۵، ۷، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۸، ۱۹، ۲۵، یورپ: ۵۰

☆☆☆

Scanned by CamScanner

ISBN 938220189-0

Scanned by CamScanner